ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میلۂ خداشناسی واقع شاہجہاں پور میں جو علماءِ اسلام و ہنود و عیسائیوں کا مباحثہ ہوا اُس کی کیفیت ناچیز کمترین انام محمد فخر الحسن نام اہلِ نظر کے روبرو پیش کرتا ہے +

وہو ہذا

صاحبو - اس جلسہ کے بانی مبانی منشی پیارے لال کبیر پنتھی ساکن چاندا پور ضلع و تحصیل شاہجہاں پور میں۔ ذی مقدور اور صاحبِ جائداد شخص ہیں۔ پادری نولس صاحب جو پارسال تک مشن اسکول شاہ جہاں پور کے ماسٹر رہے۔ اور اب کانپور کو بدل گئے ہیں جب شاہجہاں پور کے دیہات کا دورہ کیا کرتے تو چاندا پور میں بھی اکثر وعظ کہتے اور منشی پیارے لال اُن کے لکچر کو بگوش دل سنتے رفتہ رفتہ پادری صاحب نے اپنی توجہ اُن پر ڈالی اور اُنس و تپاک پیدا کیا۔ اور پھر آپ جانتے ہیں کہ اول تو پادری صاحب اور پھر وہ بھی یورپین۔ پس ان کے خلق کی بُو اور صحبت کی حرارت پوستی کی آنچ تو تھی نہیں جو خالی جاتی۔ تپِ دق کی طرح اعضائے باطنی و اصلی تک پہنچ گئی اور پھر یہ بھی ہوا کہ پادری صاحب کی ملاقات سے اُن کی عزت اور توقیر بھی بڑھ گئی۔ جب اُنکے خیر خواہوں نے دیکھا کہ منشی صاحب اپنی حالتِ دیرینہ کی طرح اپنے آبائی عقیدے کو بھی پارینہ سمجھنے لگے تو انھوں نے یہ صلاح دی کہ اپنی مملوکہ زمین اور باغات موضع سرپا تک پور ملحق سوانہ چاندا پور میں بلب دریائے گرّا ایک میلۂ خداشناسی مقرر کرو اور اُس میں علمائے مذاہب مختلفہ کا مناظرہ ہو اور طرح طرح کی مخلوق دُور اور نزدیک کے جمع ہوں جس سے تحقیق مذہب بھی ہو جائیگی اور اس میلے سے کچھ اور بھی فائدے کی صورت ہو گی۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا کہ مسٹر رابرٹ جارج کری صاحب بہادر کلکٹر مجسٹریٹ شاہجہاں پور سے اجازت حاصل کر کے پارسال ۷۔ مئی کو عین شباب گرمی میں یہ میلہ منعقد کیا جس میں مدعی مذہب عیسائی پادری نولس صاحب سب کے سرغنہ تھے اور اہلِ اسلام کی طرف سے مولوی **محمد قاسم** صاحب اور مولوی سید ابو المنصور صاحب + پس اُس جلسہ کا نتیجہ تو سب پر ظاہر ہی

ہوگیا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی نیلی لنگی کے نام سے فتح کا پھریرہ سارے عالم میں مشہور ہوگیا اور کتاب کیفیت واقعی اس جلسہ کی مطبع ضیائی میں چھپی جس کا تاریخی نام **گفتگوے مذہبی** ہے اور قیمت اُسکی علاوہ محصول کے تین آنے ہیں غرض جب پارسال کے جلسے سے اس نواح کے عام وخاص لوگوں کے دلوں پر کیا وہ لوگ جو جلسہ میں موجود تھے اور کیا وہ جن کو راوی صحیح ملے یہ اثر پیدا ہوا کہ مسلمانوں کے قلوب میں تو مولوی محمد قاسم صاحب کی روشن تقریروں نے نور ایمان کو جلا دیدی اور منشی پیارے لال کی بھی آنکھیں کھل گئیں کہ جس طرف اُنکی ٹکٹکی لگی ہوئی تھی اُدھر سیاہی جھلکتی نظر آنے لگی اور عام ہنود کی یہ کیفیت ہوئی کہ جس گلی کوچے میں مولوی صاحب نکلتے تھے اشارہ کرکے لوگ کہتے تھے کہ وہ مولوی یہ ہیں جس نے پادریوں کو بند کردیا تھا اور پھسلتے کو تھام لیا تھا اور مولوی کیا ہیں اوتار ہیں تو بس اُس جلسہ کے لطف نے ایسا خداشناسی کا شائق بنایا کہ یہ میلہ ہر سال کے واسطے موسم بہار میں مقرر ہوا چنانچہ اب کے ۱۹ و ۲۰ مارچ کو اسکا انعقاد تجویز ہوکر منشی پیارے لال نے اشتہار جابجا بھیجے اور جو عالم پارسال شریک جلسہ ہوئے تھے اُن کو بھی اور سوا ے اُنکے اور مشہور عالموں کو اشتہار وخطوط بھیجکر اطلاع دی۔ اخباروں میں بھی اشتہار چھپوایا۔ اور علاوہ اسکے یہ بھی شہرت ہوئی کہ اب کے بڑے بڑے نامی گرامی پنڈت وپادری وہاں آئیں گے اور اس شہرت نے یہ اثر کیا کہ مولوی محمد قاسم اور مولوی ابو المنصور صاحب نے اِس وجہ سے تہیدستی ہیں بہ مفت کی زیرباری اور بیفائدہ تضییع اوقات سے ارادہ جانے کا نہیں کیا تھا مگر صرف اس خیال وشہرت سے کہ یہ مجمع بڑے بڑے بیدانتیوں اور مشاہیر کا ہوگا مبادا ہمارے نہ جانے کو لوگ طرح دینا سمجھیں توکل علے اللہ یہ دونوں صاحب اور دس بارہ اور بھی اِن کے ساتھ کچھ شوقین کچھ مناظرین دلّی سے روانہ شاہجہاں پور ہوئے۔ ۱۷ مارچ کو یہ سب صاحب تین بجے شاہجہاں پور میں ریل سے اُترے مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب

استقبال کے واسطے ریل پر کھڑے تھے سب کو مولانا عبدالغفور صاحب سلمہ اللہ کے مکان پر لیگئے اور وہ مہماں نوازی کی کہ کیا کہیئے ۱۸۰۰-کو آرام کیا جلسے کے اوقات کی نسبت یہ بات معلوم ہوئی کہ دونوں تاریخوں مذکورۂ بالامیں صبح کے ساڑھے سات بجے سے گیارہ بجے تک اور ایک بجے سے چار بجے تک گفتگو ہوگی۔ ۱۹- مارچ کو مناظرین اہل اسلام آخررات سے اُٹھکر راہی میدانِ مباحثہ ہوئے جو شاہجہانپور سے چھ سات کوس کے فاصلے پر تھا اور سب صاحب سوار مولوی محمد قاسم صاحب پیادہ پا طلوع آفتاب سے کچھ بعد جا پہنچے ۱۰ مولوی محمد قاسم صاحب نے ندی پر استنجے سے فرغت حاصل کر کے وضو کیا اور نوافل ادا کئے اور نہایت خشوع وخضوع سے دعا مانگی غالباً وہ اعلای کلمۃ اللہ کے لئے ہوگی کیونکہ مولوی صاحب دلّی سے برابر یہ ہی ہر شخص سے فرماتے آتے تھے کہ اُس بے نیاز سے دعا کرو کہ کلمۂ حق غالب آئے الغرض میدان مباحثہ کو دیکھا تو چند خیمے استادہ ہیں مگر پادری صاحبان کا پتہ نہیں۔ حیران ہوئے کہ وقت مباحثہ تو قریب آیا اور بحث کرنے والا کوئی دکھائی نہیں دیتا خیر اہل اسلام تو اُس خیمہ کے متصل جو خاص مسلمانوں کے لئے نصب ہوا تھا درختوں کے سایہ میں بیٹھ گئے اتنے میں موتی میاں صاحب آنریری مجسٹریٹ تشریف لائے اور صاحب سلامت کر کے انتظام میلہ میں مصروف ہوئے جب ۹ بجے ہونگے تب ایک دو پادری چلتے پھرتے نظر آئے تھے غرض ساڑھے سات بجے کی جگہ دس بجے اُس خیمہ میں لوگ جمع ہوئے جو مناظرہ کے لئے استادہ ہوا تھا- اول تو یہ مشورہ ہوا کہ تینوں فریق میں سے چند اشخاص منتخب ہو کر علحدہ ہو بیٹھیں اور پہلے شرایط مباحثہ تجویز کرلیں بعد اسکے گفتگو شروع ہو اہل اسلام میں سے مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی عبدالمجید صاحب پادریوں میں سے پادری نولس صاحب اور پادری واکر صاحب اور ہنود میں سے پنڈت دیا نند صاحب سرستی اور منشی اندرمن صاحب منتخب ہوئے اور موتی میاں صاحب مہتمم جلسہ بھی شریک ہوئے پادری نولس صاحب نے کہا کہ ہر ایک شخص کے درس وسوال و

جواب کے واسطے ۵ منٹ کی مدت مقرر ہوا اس پر علماء اہل اسلام نے کہا کہ ۵ منٹ تھوڑے
ہیں ہمیں کیا خاک فضائل مذہب و اعتراض و جواب بیان ہو سکتے ہیں ہماری راے میں
دو صورتوں میں سے ایک اختیار کرنی چاہئے یا تو یہ کہ مباحثہ تین دن تک اس طور سے رہے
کہ ایک روز ایک مذہب والا اپنے دین کے فضائل گھنٹہ دو گھنٹہ بیان کرے اور پھر اس
پر دوسرے مذہب والے اعتراض کریں جواب سنیں۔ یا یہ ہونا چاہیے کہ درس کے لئے
تو کم سے کم ایک گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے مقرر ہوں اور سوال و جواب کیلئے
دس منٹ سے بیس منٹ تک سو پادری صاحبوں نے ان دونوں میں سے ایک امر کو
بھی منظور نہ کیا ہر چند ان سے کہا گیا کہ صاحب ۵ منٹ میں تو کچھ بھی بیان نہیں ہو سکتا
دنیوی جھگڑے جو فروع سمجھے جاتے ہیں اُن میں ہفتوں پنچایت و بحث ہوتی ہی یہ تحقیق مذہب
۵ منٹ میں کیونکر ہو سکتی ہے اور ہم لوگ بھی تو اس جلسے کے ایک رکن ہیں ہماری راے کی
رعایت بھی تو ضرور ہے باوجود ہر طرح کی فہمایش کے پادری صاحبوں نے ایک نہ سنی اور
پادری صاحب یہ چال چلے کہ منشی پیارے لال اور کلتا پرشاد کو بھی رکن شوری قرار دیا اور
یہ کہا کہ یہ بانی مبانی میلہ ہیں ان کی راے بھی لینی ضرور ہے اور وہ بوجہ توافق پنہانی اور
نیز پنڈت صاحب بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملانے لگے اس طور پر پادری صاحب کو یہ
عمدہ بہانہ ہاتھ آیا کہ کثرت آرا کا اعتبار چاہئے سب پادریوں کو خیمہ میں بلا لیا اور کہا کہ
اعتبار کثرت آرا کا چاہئے غرض جس بات کو پادری نولس صاحب کہتے تھے حضرات ہنود
بھی ہاں میں ہاں ملا دیتے اور تسلیم کرتے تھے ناچار مولوی صاحب یہ کہہ کر اٹھ کھڑے
ہوئے کہ آپ لوگوں کی جو راے میں آتا ہے وہی کرتے ہیں ہم سے مشورہ کرنا فضول ہے
تین گھنٹے سے ہم مغز مار رہے ہیں آپ ایک نہیں سنتے اب جو آپکی راے میں آئے سو
کیجے ہم ہر طرح گفتگو کرنے کو موجود ہیں چاہیے پانچ منٹ مقرر کیجئے خواہ اس سے بھی کم
مولوی صاحب اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے تو منشی پیارے لال نے چاہا کہ موتی میاں صاحب

سے کچھ مشورہ کریں موتی میاں صاحب نے ترش رو ہوکر فرمایا کہ میں آئندہ سال شریک جلسہ
نہونگا اسکے کیا معنی کہ مسلمان جو کہتے ہیں اُنکے کہنے پر تو التفات بھی نہیں کرتے اور پادری
صاحبوں کے کہنے پر بے سوچے سمجھے ہاتھ اُٹھاکر تسلیم کرلیتے ہو یہ بات بالکل سازش اور
اتفاق باہمی پر دلالت کرتی ہی اسکے بعد منشی پیارے لال مولوی محمد قاسم صاحب کے پاس
آئے اور عذر معذرت کرنے لگے کہ مَیں بھی مجبور ہوں پادری صاحب میری بھی نہیں سُنتے البتہ
آپ سے مجھکو توقع ہی کہ آپ میری عرض قبول فرمائینگے اسپر مولوی صاحب نے فرمایا کہ خیر
صاحب ہم کو تو ناچار قبول کرنا پڑے ہی گا۔ البتہ آپ سے یہ شکایت ہی کہ آپ بانی جلسہ
ہوکر عیسائیوں کی طرفداری کرتے ہیں آپکو سب کی رعایت برابر کرنی چاہئے منشی پیارے لال
نے پھر عذر کیا اور مولانا کا بہت کچھ شکریہ ادا کیا کہ آپ صاحب تو سب کچھ قبول کرلیتے
ہیں پادری صاحب بڑے ہٹ دھرم ہیں کہ کسی کی نہیں سنتے اگر اُنکے خلاف کیا جاوے
تو چلے جانے کا اندیشہ ہی اسی اثنا میں مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ منشی صاحب خیر یہ تو جو
ہوا سو ہوا لیکن آپ اتنا کیجئے اور پادری صاحب سے کہئے کہ آج کا نصف دن تو اس جھگڑے
میں ختم ہوگیا اسکے عوض میں یہ کرنا چاہئے کہ ایک روز مباحثہ کے لئے اور بڑھایا جاوے اور
دو کی جگہ تین دن مقرر ہوں دوسرے یہ کہ وعظ کے لئے ۳۰ منٹ مقرر ہوں منشی پیارے لال
نے اسکو خود تو تسلیم کرلیا اور پادریوں کی طرف سے یہ جواب لائے کہ پادری نولس صاحب
کہتے ہیں کہ یہ دونوں امر ہم کو منظور نہیں مگر میرے قیام کے لئے اگر کوئی امر مانع ہوا تو
پادری اسکاٹ صاحب جو آج آنیوالے ہیں تیسرے روز بھی ٹھیرینگے وہ آپ سے گفتگو
کرینگے اسکے بعد اہلِ اسلام نے کھانا کھایا اور ظہر کی نماز پڑھی پھر سُنا کہ لوگ اب خیمۂ
مباحثہ میں جانیوالے ہیں مناظرین اہلِ اسلام اُس خیمہ میں داخل ہوئے حضراتِ ہنود
کے آنے میں کچھ دیر تھی اور اُنکے آنے سے پہلے تمام شامیانہ آدمیوں سے بھر گیا تھا
مناظرین اہل ہنود کے انتظار میں جو وقت گزرا۔ اُسمیں مولوی محمد قاسم صاحب نے

پادری نولس صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپنے ہمارے بار بار کہنے سے بھی افزایش وقت کو تو تسلیم نہ کیا خیر اسکو تو قبول کیجئے کہ بعد اختتام وقت جلسہ کے یعنی چار بجے کے بعد کل ہم ایک گھنٹہ وعظ کہینگے آپ بھی اُس محفل میں شریک ہوں اور بعد ختم وعظ کے اعتراض کرنے کا بھی اختیار ہو بلکہ جس صاحب کے دل میں آئے وہ اعتراض کریں ہم جواب دینگے +
پادری صاحب نے کہا کہ اگر ہم بھی اسی طرح خارج وقت میں درس دینگے تو تم بھی سنو گے مولانا نے فرمایا ضرور ہم لوگ بھی شریک ہونگے بشرطیکہ اعتراض کرنے کے مجاز ہوں پادری صاحب نے کہا تو اچھا ہم بھی شریک ہونگے۔ اسی اثنا میں حضرات ہنود بھی آگئے اور اس باب میں گفتگو ہوئی کہ پہلے کیا مضمون بیان ہوگا۔ باتفاق رائے یہ بات قرار پائی کہ پہلے خدا کی ذات وصفات کا بیان ہو اتنے میں منشی پیارے لال بانی مبانی جلسہ نے ایک کاغذ اُردو لکھا ہوا پیش کیا کہ یہ پانچ سوال ہماری طرف سے پیش ہوتے ہیں ان کا جواب پہلے دینا چاہئے اور وہ سوال یہ تھے کہ۔

اول دنیا کو پرمیشر نے کس چیز سے بنایا اور کس وقت اور کس واسطے ؟

سوال دوم۔ پرمیشر کی ذات محیط کل ہے یا نہیں ؟

سوال سوم۔ پرمیشر عادل ہے اور رحیم ہے دونوں کس طرح ہے ؟

سوال چہارم۔ وید اور بائیبل اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کیا دلیل ہے ؟

سوال پنجم۔ نجات کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہوسکتی ہے؟ اہل جلسہ نے ان سوالوں کے جواب دینے کو قبول کیا لیکن انبوہ شائقین اسقدر ہوگیا تھا کہ شامیانے میں نہ بیٹھنے کی جگہ تھی نہ کھڑے ہونے کی اسلئے یہاں سے جلسہ پھر اُکھڑا اور شامیانے سے باہر میدان میں فرش ہوا۔ بیچ میں میز بچھائی گئی اور اسکے متصل ایک تخت جس پر واعظ خواہ معترض یا مجیب کھڑا ہوکر تقریر کرے اور گرداگرد کرسیاں اور صندلیاں بچھائی گئیں۔ کرسیوں پر علماء اہل اسلام اور پادری لوگ اور پنڈت اور منتظم جلسہ اور تحریر کرنیوالے

بیٹھے باقی سب فرش پر اور فرش کے گرد عام لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ کھڑے ہوئے جب مجلس جم گئی تو اس میں گفتگو ہوئی کہ پہلے کون ان سوالوں کے جواب دینے شروع کرے گا پنڈت صاحبوں سے کہا گیا کہ محفل شور سے ہیں آپ کہہ چکے ہیں کہ آج ہم درس دینگے سو آپ بیان کریں اُنہوں نے پہلو تہی کی پادری نولس صاحب جب اُنسے اصرار کر چکے تو مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف متوجہ ہوئے مولانا نے فرمایا کہ ہمیں کچھ عذر نہیں ۔ مگر انصاف مقتضی اسی کا تھا کہ سب کے بعد ہم بیان کرتے کیونکہ دین بھی ہمارا سب سے پچھلا ہے اس پر پادری صاحب نے پنڈت دیانند سرستی صاحب سے کہا کہ آپ کیوں نہیں کہتے ؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ اچھا مَیں کہتا ہوں مگر جب اور سب بیان کر چکیں گے تو پھر مَیں بیان کروں گا ورنہ میرا بیان سب سے ماضی پڑ جاویگا ۔ غرض اسی ردّ و کد میں چار بج گئے تو پادری صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ اچھا مولوی صاحب آپ اپنا وعظ کل کی جگہ آج ہی کہہ ڈالیئے کل پہلے پنڈت صاحب ان سوالوں کا جواب دینگے مولوی صاحب نے فرمایا کہ بہت اچھا مجھے تو سوالوں کے جواب دینے میں آج بھی عذر نہیں آپ خود ہی ایک دوسرے پر حوالہ کرتے ہیں اور نہ کوئی وعظ کی حامی بھرتا ہے نہ جوابوں کی ۔ خیر اب سب صاحب ذرا توقف کریں ہم نماز عصر پڑھ لیں آج وعظ کی بھی ابتدا ہم ہی کرتے ہیں اور کل جواب بھی پہلے ہم ہی دینگے اور جس صاحب کے جی میں آئے وہ اعتراض کرے یہ کہہ کر مولانا نماز پڑھ آئے اور کھڑے ہو کر ایسا زور و شور کا وعظ کہا کہ تمام جلسہ حیران رہ گیا ۔ اور ہر شخص پر ایک سکتے کا عالم تھا ۔ اُس وعظ کی تقریر یہ ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(وعظ)

اے حاضران جلسہ - یہ کمترین بغرض خیر خواہی کچھ عرض کیا چاہتا ہی سب صاحب بگوش ہوش سنیں میری یہ گذارش بنظر خیر خواہی دنیا نہیں بلحاظ خیر اندیشی دین اور آخرت ہی غرض اصلی میری یہ ہی کہ وہ عقائد و احکام جنکو عقائد دینی اور احکام خداوندی سمجھتا ہوں سب حاضران جلسہ کو بالاجمال سناؤں اور اس لحاظ سے مجھکو یہ وہم ہی کہ شاید حاضران جلسہ میری بدافعالی اور خستہ حالی پر نظر کرکے میری گزارش پر کچھ دل نہ لگائیں اور دل میں یہ فرمائیں خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت مگر اہل عقل خود جانتے ہونگے کہ طبیب کا بدپرہیز ہونا مریض کو مضر نہیں اسی طرح اگر میں خود اپنے کہے پر عمل نکروں اور دوسروں کو سمجھاؤں تو دوسروں کا کیا نقصان ہی جو میری گزارش کو قبول نہ فرمائیں - علی ہذا القیاس منادی کرنے والے کا بھنگی ہونا حکام دنیا کے احکام قبول کرنے اور تسلیم کرنے کو مانع نہیں اسکو کوئی نہیں دیکھتا کہ سنانے والا بھنگی ہی غریب ہوں یا امیر عام لوگ ہوں یا نواب بھنگی کی زبان سے احکام بادشاہی سنکر سرنیاز خم کردیتے ہیں جب حکام دنیا کے احکام کی اطاعت میں یہ حال ہی تو احکم الحاکمین خداوند رب العالمین کے احکام کی اطاعت میں بھی میری خستہ حالی پر نظر نہ کیجئے اس سے بھی کیا کم کہ مجھ کو بھی بمنزلہ ایک بھنگی کے سمجھئے - غرض مجھ کو نہ دیکھئے اسکو دیکھئے کہ میں کس کے احکام سناتا ہوں اور کسکی عظمت اور شان سے مطلع کرتا ہوں وہ بات جو سب میں اول لائق توجہ و اطلاع ہی اپنی وجود کی کیفیت ہی کون نہیں جانتا کہ سب میں اول آدمی کو اپنی ہی اطلاع ہوتی ہی اور سوا اپنے جس چیز کو جانتا ہی اپنے بعد جانتا ہی اسلئے سب میں اول

لائق توجہ تام اور دربارۂ علم قابل اہتمام بھی اپنے ہی وجود کی کیفیت ہی مگر اپنے وجود
کی کیفیت یہی ہی کہ دائم وقائم نہیں ایک زمانہ وہ تھا کہ ہم پردۂ عدم میں مستور تھے
اور اسکے بعد یہ زمانہ آیا کہ ہم موجود کہلائے اور طرح طرح کے آثار وجود ہم سے ظہور
میں آئے اور پھر اسکے بعد ایک ایسا زمانہ آنے والا ہی کہ یہ ہمارا وجود پھر ہم سے مثل سابق
علیحدہ ہو جائیگا اور ہمارا ذکر جانے دو ہم سے پہلے اور ہمارے سامنے کسقدر غیر محدود
بنی آدم وغیرہم وجود میں آکر معدوم ہو گئے۔ غرض زمانۂ وجود بنی آدم وغیرہم دو عدموں
کے بیچ میں ایک زمانہ محدود ہی اس انفصال واتصال وآمد وشد وجود سے یہ نمایاں ہی کہ
ہمارا وجود مثل نور زمین جسکو دہوپ یا چاندنی کہتے ہیں اور مثل حرارت آب گرم صفت خانہ زاد
نہیں بلکہ عطاء غیر ہے لیکن جیسے نور زمین اور حرارت آب گرم کا سلسلہ آفتاب اور آتش پر
ختم ہو جاتا ہی اس لئے بہ نسبت آفتاب وآتش کوئی شخص یہ خیال نہیں کرسکتا کہ عالم
اسباب میں آفتاب وآتش میں کسی اور کا فیض ہی بلکہ ہر شخص یہی خیال کرتا ہی کہ آفتاب و
آتش میں نور وحرارت خانہ زاد ہی اور اس لئے ہر حال میں نور وحرارت آفتاب وآتش
کو لازم وملازم رہتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوتا ہی کہ مثل نور زمین وحرارت آب آفتاب
وآتش سے بھی نور وحرارت منفصل ہو جائے ایسے ہی یہ بھی ضرور ہی بلکہ اُس سے بھی
زیادہ ضرور ہی کہ ہمارے تمہارے وجود کا سلسلہ کسی ایسے موجود پر ختم ہو جائے جس کا وجود
اُسکے ساتھ ہر دم لازم وملازم رہے اور اُس کا وجود اُسکے حق میں خانہ زاد ہو عطاء
غیر نہ ہو۔ ہم اُسی کو خدا کہتے ہیں اور اسی لئے کہتے ہیں کہ اُسکا وجود عطاء غیر
نہیں خود اُسی کا ہی جب ہماری نسبت بوجہ ناپائداری وجود خدا کا ہونا ضروری ٹھیرا
تو اب اُن اشیاء کی نسبت بھی اس بات کا دریافت کرنا ضروری ہی جنکا وجود بظاہر نظر بائدار
نظر آتا ہی جیسے زمین وآسمان دریائے شور۔ ہوا۔ چاند وسورج۔ ستارے کہ نہ کسی نے
اُنکا عدم سابق دیکھا اور نہ ابتک عدم لاحق کی اُنکو نوبت آئی اس لئے یہ گزارش ہی

کہ زمین و آسمان وغیرہا اشیاء مذکورہ کو ہم دیکھتے ہیں کہ مثل اشیاء ناپائدار اُن میں
بھی دو دو باتیں ہیں ایک تو یہی وجود اور ہستی جو تمام اشیاء میں مشترک معلوم ہوتا ہے
دوسرے وہ بات جس سے ایک دوسرے سے متمیز ہے اور جن کے وسیلے سے ایک
کو دوسرے سے پہچان لیتے ہیں اور دیکھتے ہی سمجھ لیتے ہیں کہ یہ فلانی چیز ہے اس
چیز کو ہم حقیقت کہتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ وجود اور حقیقت دونوں باہم ایسا
رابطہ نہیں رکھتے کہ ایک دوسرے سے جدا ہی نہ ہو سکے اور مثل اثنین اور زوجیت یعنی
دو اور جفت ہونے کی ایک دوسرے کے ساتھ ایسے مربوط اور متلازم نہیں کہ ایک
دوسرے کا کسی طرح پیچھا ہی نہ چھوڑے عدد اثنین سے اُسکی زوجیت نہ خارج میں اُس سے
جدی ہو اور نہ ذہن میں علیحدہ ہو علی ہذا القیاس زوجیت سے عدد اثنین علیحدہ نہیں یعنی تا
چار اور چھ اور آٹھ وغیرہ اعداد میں بھی اگر زوجیت پائی جاتی ہے تو اسی دو کی عدد کی
بدولت پائی جاتی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ زوجیت کے معنی یہی ہیں کہ دو ٹکڑے صحیح بلا کسر
برابر نکل آئیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات یعنی دو ٹکڑوں کا برابر نکل آنا اس پر موقوف ہے
کہ عدد مفروض چند اثنین یعنی چند دو کا مجموعہ ہو غرض اثنین اور زوجیت میں طرفین سے
تلازم ہے نہ یہ اُس سے جدا ہو سکے نہ وہ اس سے علیحدہ ہو سکے نہ ذہن میں نہ خارج
میں۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کا ارتباط اشیاء مذکورہ کے وجود اور اُن کے حقائق
میں ہرگز نہیں یہ نہیں کہ جیسے اثنین اور زوجیت کی جدائی کسی کی عقل میں نہیں
آسکتی ایسے ہی اشیاء مذکورہ کے وجود اور حقائق کی جدائی کسی کی عقل میں نہ آسکے
چنانچہ ظاہر ہے کہ آسمان زمین کا معدوم ہوجانا عقل میں آسکتا ہے ہاں خود وجود اور
اُس ذات کا معدوم ہونا جو صفت وجود کے حق میں ایسی ہو جیسے زوجیت کے
حق میں اثنین البتہ عقل میں نہیں آسکتا کون نہیں جانتا کہ وجود کا معدوم ہوجانا
ایسا ہی ہے جیسا خود نور کا نور ہو کر کالا سیاہ ہوجانا اندھیرا بنجانا اور جب وجود قابل عدم

نہیں تو پھر وہ ذات جو وجود کی بھی اصل ہی اور وجود اُسکے حق میں خانہ زاد ہی کیونکر معدوم
ہوسکے ۔ الحاصل وجود زمین و آسمان اُن کے حقائق سے علیحدہ ہیں اور اسلئے ۔ یوں
نہیں کہہ سکتے کہ اُنکا وجود اُن کا خانہ زاد ہو اور جب خانہ زاد نہیں تو پھر بیشک عطاءِ غیر
ہوگی اور قبل عطاء اُنکا معدوم ہونا ثابت ہوگا جس سے اُنکے وجود کے لئے ایک ابتدا نکل
آئیگی اور اُنکی قدامت باطل ہوجائیگی گو وہ ابتدا تمام بنی آدم کے موجود ہونے سے سابق
ہو اور اسلئے اپنے آپ ہم میں سے کسی کو اُس کی اطلاع نہ ہوئی ہو اور اسی طرح اُنکا پھر معدوم
ہوجانا ممکن ہوگا کیونکہ جب وجود اشیاء مذکورہ مثل نور زمین اور حرارت آب گرم عطاءِ غیر ہوگا
تو مثل نور زمین و حرارتِ آب اُنکا پھر جدا ہوجانا بھی ممکن ہوگا مگر جب وجود اشیاء مذکورہ
بھی عطاءِ غیر نکلا تو بیشک حسب بیان سابق اُس غیر کا وجود جس کی یہ عطا ہی اُس کا
خانہ زاد ہوگا اور اسلئے اُس کا وجود اُس سے کبھی نہ علیحدہ تھا نہ آیندہ علیحدہ ہو ۔ غرض
ہمیشہ سے اُس کا وجود تھا اور ہمیشہ تک رہیگا اب یہ بات دیکھنی باقی رہی کہ اس قسم کا
موجود جس کا وجود اُس کا خانہ زاد ہو ایک ہی ہی یا متعدد ہیں اور ایک ہی تو اس سے
زیادہ ممکن ہی یا محال ہی اسلئے یہ گزارش ہے کہ جیسے سیاہی سفیدی انسانیت ۔ حیات
وغیرہ اوصاف کے احاطہ میں قلیل و کثیر اشیاء داخل ہیں یعنی بہت سی اشیاء سفید
ہیں بہت سی سیاہ بہت سے انسان ہیں بہت سے حیوان ایسے ہی وجود کے احاطہ
میں بھی یہی حال ہی لیکن سب اوصاف کے احاطے سے احاطۂ وجود وسیع ہے بلکہ
اُس سے اوپر کوئی احاطہ ہی نہیں یعنی جیسے انسانیت کے احاطے سے اوپر احاطۂ حیات ہے
جس میں انسان غیر انسان گدھا ۔ گھوڑا ۔ اُونٹ ۔ بیل ۔ بھیڑ ۔ بکری وغیرہ سب
داخل ہیں ایسے ہی وجود کے احاطے سے اوپر کوئی اور ایسا احاطہ نہیں کہ اُس میں
موجود و غیر موجود داخل ہو کیونکہ غیر موجود اگر ہو تو معدوم ہی ہوگا ۔ اور ظاہر ہے کہ
معدوم کسی وصف کے احاطے میں داخل ہی نہیں کیونکہ ہر وصف کے حاصل ہونے کیلئے

اول وجود کا ہونا ضرور ہی چنانچہ ظاہر ہے مگر جب وجود کا احاطہ سب احاطوں سے وسیع
اور سب میں اوپر ہی تو بالضرور وجود ایک وصف غیر محدود ہوگا کیونکہ ہر محدود کے
لئے یہ ضرور ہی کہ وہ کسی ایسی وسیع چیز کا ٹکڑا ہوگا یا ایسی چیز میں سمائی ہوئی ہو جو
اُس سے زیادہ ہو مثلاً ہر مکان اور محلہ اور شہر۔ ضلع ۔ ولایت وغیرہ محدود چیزیں ہیں
لیکن اُن کے محدود ہونے کے یہی معنی ہیں کہ یہ سب چیزیں زمین کے قطعات ہیں
جو ان چیزوں سے زیادہ وسیع ہی اور زمین و آسمان اگر محدود ہیں تو اسکے یہ معنی ہیں
کہ اس فضاء وسیع میں جو آنکھوں سے نظر آتا ہی سمائی ہوئی ہیں ✤ الغرض اگر وجود
کو محدود کہئے تو یہ ضرور ہی کہ وہ کسی وسیع چیز کا ٹکڑا ہو یا کسی وسیع چیز میں سمایا ہوا ہو
مگر وہ کون ہے جو نہیں جانتا کہ وجود سے زیادہ کوئی وسیع چیز نہیں تمام اشیاء
وجود کے احاطہ میں داخل ہیں پر وجود کسی کے احاطہ میں داخل نہیں اس لئے
خواہ مخواہ اس بات کا اقرار کرنا ضرور ہی کہ وجود غیر محدود ہی جب یہ بات
ذہن نشین ہو چکی تو اب یہ خیال فرمایئے کہ نہ احاطۂ وجود میں خدا کا ثانی ہو سکتا ہی اور
نہ وجود کے احاطہ سے خارج اُس کا ثانی ممکن ہے احاطۂ وجود میں محال ہونے کی وجہ
تو یہ ہی کہ جب ہمارا تمھارا وجود با وجود اس ضعف کے جو اُسکے عطاءِ غیر ہونے سے نمایاں
ہی غیر کو اپنے احاطے میں گھسنے نہیں دیتا خدا کا وجود اس قوت پر کہ اُسکا خانہ زاد ہونا
اُسکی دلیل ہی کیونکر اپنے ثانی کو اپنے احاطے میں قدم رکھنے دیگا ✤ القصہ جیسے ہم تم
جہاں تک پھیلے ہوتے ہیں وہاں تک اور دوسرا نہیں آسکتا اور آجائے تو پھر
ہم وہاں نہیں رہ سکتے علیٰ ہذا القیاس ایک میان میں دو تلواریں نہیں آتیں اور
سیر بھر کے برتن میں دو سیر غلہ نہیں سما سکتا ایسے ہی بلکہ اس سے بڑھکر خدا کے
احاطے میں خدا کے ثانی کا آنا اور سمانا سمجھئے کیونکہ آفتاب کے نور کے مقابلے میں
جو اُسکی ذات کے ساتھ چسپاں نظر آتا ہی یہ دھوپ برائے نام نور ہی اور نہایت ہی اوچھی

ضعیف ہی ایسے ہی بمقابلہ خدا کے وجود کے جو اُسکی ذات کے ساتھ لازم و ملازم ہے مخلوقات یعنی اور اشیا کا وجود برائے نام وجود ہی اور نہایت ہی درجہ کو ضعیف ہی مگر جب اس ضعف پر ہمارے وجود میں یہ قوت ہی کہ غیر کو اپنی سرحد میں قدم رکھنے نہیں دیتا تو خدا کا وجود اس قوت پر کاہی کو اور کسی خدا کی مداخلت کا روادار ہوگا اور خارج از احاطہ خدا کے ثانی کے نہونے کی وجہ یہ ہی کہ احاطۂ وجود غیر محدود اُسکے سوا اور اُس سے باہر کوئی جگہ ہی نہیں جو کسی دوسرے کے ہونے کا احتمال ہو اسلئے اس بات کا اقرار ہر عاقل کے ذمے ضرور ہی کہ خالق کائنات کو ایک ذات وحدہ لاشریک لہ سمجھے۔ اور احتمال تعدد کو دل سے اُٹھا دھرے اسی تقریر سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مسئلۂ تثلیث جسپر مدار کار ایمانِ نصاریٰ فی زماننا ہی سراسر غلط ہو وہاں تعدد کی گنجایش ہی نہیں جو تثلیث تک نوبت پہنچے اور پھر وہ بھی اس طرح کہ با وجود تعدد حقیقی وحدت حقیقی بھی باقی رہے کیونکہ وحدت اور کثرت دونوں باہم ضد یک دگر ہیں اور ظاہر ہی کہ اجتماع ضدین محال ہی جیسے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک آن میں ایک شے سیاہ بھی ہو سفید بھی ہو۔ گرم بھی ہو سرد بھی ہو یا ایک وقت میں ایک جگہ دن بھی ہو رات بھی ہو دوپہر بھی ہو آدھی رات بھی ہو ایک شخص ایک وقت میں عالم بھی ہو جاہل بھی ہو بیمار بھی ہو تندرست بھی ہو موجود بھی ہو معدوم بھی ہو ایسے ہی یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالےٰ ایک بھی ہو اور تین بھی ہو وحدت بھی حقیقی ہو اور کثرت بھی حقیقی ہو علی ہذا القیاس جیسے اضداد مذکورہ کا اجتماع محال ہی ایسے ہی خدائی اور احتیاج کا اجتماع بھی محال ہی کیونکہ خدائی و استغنا ضرور ہی آفتاب تو فقط اس وجہ سے کہ زمین کی نسبت معطی نور ہی تو زمین زمین کا محتاج نہو خداوند عالم باوجودیکہ تمام عالم کے حق میں معطی وجود ہی عالم کا یا عالم میں سے کسی کا محتاج ہو کیونکہ ہر چیز وصف ہو یا موصوف ہو اپنی ہستی میں خدا کی محتاج ہی پھر یونکر ہوسکتا ہی کہ خداوند عالم کسی بات میں کسی کا محتاج ہو۔ جس چیز میں خدا کو محتاج

کہئیے گا اُس سے پہلے اُس چیز کو خدا کا محتاج کہنا پڑیگا اور ظاہر ہے کہ احتیاج کے یہی معنی ہیں کہ اپنے پاس ایک چیز نہ ہو اور جس کی طرف احتیاج ہو اُسکے پاس وہ چیز موجود ہو جب ہر بات میں ہر چیز کو خدا کا محتاج مانا تو جو کچھ جہان میں احتیاج کے قابل ہوگا خداوند عالم میں وہ پہلے ہوگا- ہاں خود احتیاج اور سامان احتیاج اُس میں نہونگے علے ہذالقیاس یہ بھی ظاہر ہی کہ خود محتاج کا اُسپر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہو سکتا جسکا خود محتاج ہی- ہاں معاملہ بالعکس ہوا کرتا ہی یعنی ہمیشہ محتاج پر اُسکا دباؤ رہتا ہی جس کا محتاج ہوتا ہی اسلیئے یہ ضرور ہی کہ نہ خدا تعالی میں کسی قسم کی احتیاج ہو نہ اُسپر کسی قسم کا دباؤ ہو اُسکا وجود ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ کو رہے یہ نہو کہ اُسکے وجود کے لئے ابتدا انتہا ہو اس صورت میں کیونکر کہدیجئے کہ حضرت عیسے یا سری رام چندر وغیرہ خدا تھے اُنکے وجود کی ابتدا اور انتہا معلوم کھانے پینے کا محتاج ہونا اور پاخانہ پیشاب مرض اور موت کا دباؤ سب پر آشکارا ایسی ایسی چیزوں کی احتیاج اور ایسی ایسی چیزوں کے دباؤ کے بعد بھی خدائی کا اعتقاد عقل اور انصاف سے سراسر بعید ہی اسکے بعد پھر یہ گذارش ہی کہ وہ خداوند عالم جیسے اپنی ذات میں یکتا اور وحدہ لاشریک لہ ہی ایسے ہی جامع کمالات وصفات بھی ہی اور کیوں نہو عالم میں جس صفت کو دیکھئے اپنے موصوف کے حق میں وجود کی تابع ہی یعنی قبل وجود کسی صفت کا ثبوت ممکن نہیں ہاں رہا امکان اور عدم واقع میں یہ دونوں باتیں وصف نہیں بلکہ سلب وصف ہیں عدم میں تو ظاہر ہی سلب وجود ہوتا ہی- رہا امکان اُسمیں سلب ضرورت وجود ہوتا ہی اور عام لوگوں کے محاورہ کے موافق امکان کا استعمال قبل وجود ہی ہوتا ہی جب یوں بولتے ہیں کہ یہ چیز ممکن ہی- تو ہر کوئی یہی سمجھتا ہی کہ یہ چیز بالفعل موجود نہیں- مگر ہاں جیسے سایہ جو واقع میں عدم النور ہی بوجہ غلطی ایک چیز نظر آتی ہی ایسے ہی عدم اور امکان بھی بوجہ غلطی فہمی اوصاف معلوم ہوتے ہیں مگر جب تمام اوصاف اپنے ثبوت وحصول میں وجود کے محتاج ہوئے تو بیشک یہی کہنا پڑیگا کہ

تمام اوصاف اصل میں وجود کے اوصاف ہیں یعنی وجود کے حق میں عطار غیر نہیں بلکہ تمام اوصاف یعنی کمالات وجودی وجود کے حق میں خانہ زاد ہیں ورنہ جیسے نور زمین اور گرمی آب گرم زمین اور پانی سے علیحدہ ہوکر بھی پائی جاتی ہیں ایسے ہی اوصاف وجودی بھی وجود سے علیحدہ ہوکر پائے جاتیں اس صورت میں بالضرور جو منبع وجود ہوگا وہی منبع اوصاف بھی ہوگا یہ جہاں جہاں وجود ہوگا وہاں وہاں تمام اوصاف بھی قلیل اور کثیر ضرور ہونگے اگر فرق ہوگا تو ایسا ہوگا جیسا آئینہ اور پتھر میں فرق ہے یعنی بوجہ فرق حسنِ قابلیت وعدم حسن قابلیت آئینہ میں بہ نسبت پتھر کے زیادہ نور آجاتا ہے اسلئے یہ ضرور ہے کہ تمام کائنات میں علم وادراک وقوت حس وحرکت قلیل وکثیر ضرور ہو بہت ہو تو یہ ہو کہ انسان وغیرہ میں علم وادراک زیادہ ہو اور حیوانات میں اُس سے کم اور نباتات میں اُن سے کم اور جمادات یعنے زمین وآسمان اینٹ پتھر وغیرہ میں اُن سے بھی کم یا فرض کیجے معاملہ بالعکس ہو مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ زمین پہاڑ اینٹ پتھر علم وادراک اور قوت حرکت سے بالکل خالی ہوں باقی رہا ہمکو نہ معلوم ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اوصاف نہوں چنانچہ ظاہر ہے بہر حال خداوند عالم بلکہ تمام عالم میں تمام کمالات کا ہونا ضروری ہے اور تمام کائنات کا وجود اور کمالات میں خداوند عالم کا محتاج ہونا ابدی ہے اسلئے یہ بھی ضرور ہے کہ خداوند عالم تمام عالم کے حق میں واجب الاطاعت ہو اور تمام عالم کے ذمے اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب ولازم ہو کیونکہ وجوہ فرمانبرداری بظاہر کل تین ہیں اور حقیقت میں دو ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کوئی کسی کی تابعداری یا امید نفع پر کرتا ہے جیسے نوکر اپنے میاں کی تابعداری تنخواہ کی امید پر کرتا ہے یا اندیشۂ نقصان کے باعث اُسکی فرمانبرداری اور تابعداری کرتا ہے جیسے رعیت حکام کی اطاعت اور مظلوم ظالم کی تابعداری کیا کرتے ہیں یا بوجہ محبت کوئی کسی کی تابعداری کیا کرتا ہے جیسے عاشق اپنی معشوقوں کی تابعداری کیا کرتے ہیں مگر امید واندیشہ کو دیکھئے تو اختیار نفع ونقصان کی

طرف راجع ہیں جسکے اصل کو ڈھونڈیئے تو مالکیت اوصاف وکمالات نکلتے ہیں یعنی مالک اصلی کو اختیار داد وستد اوصاف وکمالات ہوتا ہی اور مستعیر کو اختیار رد و انکار نہیں ہوتا چنانچہ آفتاب و زمین کے حال سے نمایاں ہی کہ آفتاب وقت طلوع زمین کو نور عطا کرتا ہی تو زمین اُسکو رد نہیں کر سکتے اور وقت غروب اُس نور کو آفتاب چھین لیتا ہی تو زمین سے انکار نہیں ہو سکتا وجہ اسکی بجز اسکے اور کیا ہی کہ آفتاب مالک النور ہی اور زمین فقط مستعیر الحاصل وجوہ فرمانبرداری واسباب اطاعت بظاہر تین ہیں امید نفع اندیشۂ نقصان محبت اور حقیقت میں کل دو سبب ہیں ایک مالکیت دوسری محبت اور اس سے زیادہ تنقیح کیجئے تو اصل سبب طاعت محبت ہی اتنا فرق ہی کہ کہیں محبت مطاع موجب اطاعت ہوتی ہی اور کہیں محبت مال وجان باعث فرمانبرداری ہوجاتی ہی عشاق کی طاعت اور فرمانبرداری میں خود مطاع کے محبت باعث اطاعت ہوتی ہی اور نوکر کی اطاعت میں محبت مال وجان علی ہذا القیاس رعیت کی اطاعت میں محبت جان و مال موجب فرمانبرداری ہوتی ہی مگر ہر چہ باداباد وجہ اطاعت ایک ہو یا دو ہو یا تین جو کچھ ہو وہ خدا میں اول ہی اَور وں میں اُسکے بعد کیونکہ مالکیت اور اختیار نفع ونقصان بھی ہستی اور وجود پر موقوف ہی اور جمال ومحبوبیت بھی وجود وہستی ہی پر موقوف ہی جہاں وجود اور ہستی کی اصل ہوگی وہیں مالکیت اور اختیار مذکور اور جمال ومحبوبیت بھی ہونگی مثل وجود مالکیت واختیار ومحبوبیت بھی اَوروں میں اُسی کی عطا ہوگی اور اُسی کا فیض ہوگا جب مخلوقات میں وجوہ مذکورہ سرمایۂ اطاعت ہیں تو خداوند عالم کے حق میں یہ باتیں کیونکر سامانِ اطاعت وفرمانبرداری نہ ہونگی القصہ جب اسباب طاعت وفرمانبرداری سبکے سب خداوند عالم میں موجود ہیں اور وہ بھی اسطرح کہ اَوروں میں اس قسم کی چیز اگر ہی تو اُسی کا فیض ہی تو بیشک خداوند عالم تمام عالم کے حق میں واجب الاطاعت ہوگا لیکن اطاعت اور فرمانبرداری اور تابعداری اسکو کہتے ہیں کہ دوسروں کی مرضی موافق کام کیا جاوے ورنہ خلاف مرضی کرنے پر بھی طاعت اور

بندگی اور فرمانبرداری ہی رہی تو پھر گناہ وخطا اور طاعت و بندگی میں کیا فرق رہیگا
الحاصل اطاعت کے لیئے توافق رضا ضرور ہی لیکن رضا و عدم رضا کا یہ حال ہی کہ ہم
باوجودیکہ سراپا ظاہر ہیں ہماری مرضی عدم مرضی ایسی مخفی ہی کہ بے ہمارے اظہار کے ظاہر
نہیں ہوسکتی بے ہمارے بتلائے کسی کو اطلاع نہیں ہوسکتی بے ہماری تصریح یا اشارہ کنایہ
کے کسیکو اُسکی خبر نہیں ہوسکتی اس صورت میں اُس خداوند عالم کی مرضی عدم مرضی اس پوشیدگی
پر کہ آجتک خدا تعالے کو کسی نے دیکھا ہی نہیں بے خدا کے بتلائے کسیکو کیونکر اطلاع ہوسکتی
ہی لیکن بادشاہان دنیا و محبوبان دار فنا کو ہم دیکھتے ہیں کہ اس نام کی مالکیت اور محبوبیت
اور ذرا سے سامان نخوت پر مکان اور دکان اپنے مطیعوں سے کہتے نہیں پھرتے
کہ یہ بات ہماری موافق مرضی ہی اسکی تعمیل کرنی چاہیئے اور یہ بات خلاف مرضی ہی اس سے
احتراز لازم ہی بلکہ مقربان درگاہ اُنکے ارشادات اور اشارات کے موافق اَوروں کو
مطلع کردیا کرتے ہیں اور حسب ضرورت اشتہار و منادی کرا دیتے ہیں اس صورت
میں خداوند عالم کو اس سامان بے نیازی پر کہ وہ کسیکا کسی بات میں محتاج نہیں اور سوا
اُسکے سب اُسکی سب باتوں میں محتاج کب سزاوار ہی کہ ہر کسی سے کہتا پھرے کہ اس کام
کو کرنا چاہیئے اور اس کام کو نکرنا چاہیئے وہ بھی اپنے مقربان خاص کے ذریعہ سے اَوروں
کو اپنی رضا و غیر رضا سے مطلع کریگا ہم اُنہیں مقربوں کو جو خداوند عالم کے ارشادات
کی اطلاع اَوروں کو کرتے ہیں پیغمبر اور نبی اور رسول کہتے ہیں وجہ تسمیہ خود ظاہر ہی
لیکن یہ بھی ظاہر ہی کہ کوئی کسیکا مقرب جبھی ہوسکتا ہی جبکہ اُسکی موافق مرضی ہو جو لوگ مخالف
مزاج ہوتے ہیں قرب منزلت اُنکو میسر نہیں آسکتا چنانچہ ظاہر ہی مگر یہ بھی ظاہر ہی
اگر کوئی شخص یوسف ثانی اور حسن میں لاثانی ہو پر اُسکی ایک آنکھ مثلاً کانی ہو تو
اُس ایک آنکھ کا نقصان تمام چہرہ کو بدنما اور نازیبا کردیتا ہی ایسے ہی اگر ایک بات
بھی کسی میں دوسروں کے مخالف مزاج ہو تو اُن کی اور خوبیاں بھی ہوئی نہوئی برابر

ہوجائینگے غرض ایک عیب بھی کسی میں ہوتا ہی تو پھر محبوبیت اور موافقت طبیعت و رضا منتصور نہیں جو امید تقرب ہو اسلئے یہ بھی ضرور ہی کہ انبیاء اور مرسل سراپا اطاعت ہوں اور ایک بات بھی اُن میں خلاف مرضی خداوندی نہو اسی وجہ سے ہم انبیاء کو معصوم کہتے ہیں اور اس کہنے سے یہ مطلب ہوتا ہی کہ اُن میں گناہ خداوند عالم کا مادّہ اور سامان ہی نہیں کیونکہ اُن میں جب کوئی صفت بُری ہی نہیں تو پھر اُن سے بُرے افعال کا صادر ہونا بھی ممکن نہیں اسلئے کہ افعال اختیاری تابع صفات ہوتے ہیں اگر سخاوت ہوتی ہی تو داد و دہش کی نوبت آتی ہی اور اگر بخل ہوتا ہی تو کوڑی کوڑی جمع کی جاتی ہی شجاعت میں معرکہ آرائی اور بزدلی میں پس پائی ظہور میں آتی ہی ہاں یہ بات ممکن ہی کہ بوجہ سہو یا غلط فہمی جو گاہ بگاہ بڑے بڑے عاقلوں کو بھی پیش آجاتی ہی اور سوا سے خداوند علیم و خبیر اور کوئی اُس سے منزہ نہیں کسی مخالف مرضی کام کو موافق مرضی اور موافق مرضی کو مخالف مرضی سمجھ جائیں اور اسوجہ سے بظاہر خلاف مرضی کام ہوجائے تو ہوجائے یا بوجہ عظمت و محبت مطاع ہی مخالفت کی نوبت آجائے مگر اسکو گناہ نہیں کہتے گناہ کے لئے یہ ضرور ہی کہ عمداً مخالفت کی جائے بھول چوک کو لغزش کہتے ہیں گناہ نہیں کہتے یہی وجہ ہے کہ موقع عذر میں یہ کہا کرتے ہیں کہ میں بھول گیا تھا یا میں سمجھا نہ تھا اگر بھول چوک بھی گناہ ہی ہوا کرتا تو یہ عذر اور اُلٹا اقرار خطا ہوا کرتا عذر نہوا کرتا جب یہ بات واضح ہوگئی کہ افعال تابع صفات ہیں تو اب دو باتیں قابل لحاظ باقی رہیں ایک اخلاق یعنی صفات اصلیہ دوسرے عقل و فہم۔ اخلاق کی ضرورت تو یہیں سے ظاہر ہی کہ افعال جن کا کرنا نہ کرنا عبادت اور اطاعت اور فرمانبرداری میں مطلوب ہوتا ہی اُنکا بھلا بُرا ہونا اخلاق کی بھلائی برائی پر موقوف ہی اور اس سے صاف ظاہر ہی کہ اصل میں بھلی اور بُری اخلاق و صفات ہی ہوتی ہیں اور عقل و فہم کی ضرورت اسلئے ہی کہ اخلاق کے مرتبے ہیں موقع بموقع دریافت کرنے کی

ضرورت ہوتی ہی تاکہ افعال میں بوجہ بیموقع ہوجانے کے کوئی خرابی اُوپر سے نہ آجائے دیکھیئے سخاوت اچھی چیز ہی لیکن موقع میں صرف ہونا پھر بھی شرط ہی اگر مساکین اور مستحقین کو دیا جائے تو فبہا ورنہ رنڈیوں اور بھڑوؤں کا دینا یا شراب خواروں اور بھنگ نوشوں کو عطا کرنا کون نہیں جانتا کہ اَور برائیوں کا سامان ہی وجہ اسکی بجز اسکے اور کیا ہی کہ بیموقع صرف ہوا بالجملہ افعال ہرچند تابع صفات ہیں لیکن موقع اور بیموقع کا پہچاننا بجز عقل سلیم وفہم مستقیم ہرگز متصور نہیں اسلیئے ضرور ہی کہ انبیا میں عقل کامل اور اخلاق حمیدہ ہوں ظاہر ہی کہ جب اخلاق حمیدہ ہونگے تو محبت بھی ضرور ہوگی کیونکہ خلق حسن کی بنا محبت ہی پر ہے اور جب موقع اور محل کا لحاظ ہی اور عقل کامل موجود ہی تو پھر خدا سے بڑھکر اور کونسا موقع سزاوار محبت ہوگا مگر خدا کے ساتھ محبت ہوگی تو پھر عزم اطاعت و فرمانبرداری بھی ضرور ہوگا جس کا انجام یہی نکلیگا کہ ارادہ نافرمانی کی گنجایش ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ اسی کو معصومیت کہتے ہیں اب یہ گزارش ہی کہ مدار کار نبوت عقل کامل اور اخلاق حمیدہ پر ہی۔ رہی معجزات وہ خود نبوت پر موقوف ہیں نبوت اُن پر موقوف نہیں یعنی یہ نہیں کہ جسمیں معجزات نظر آئیں اُسکو نبوت عطا کریں ورنہ خیر بلکہ جس میں نبوت ہوتی ہی اُسکو معجزات عنایت کرتے ہیں تاکہ عوام کو بھی اُسکی نبوت کا یقین ہوجائے اور نبی کے حق میں اُسکے معجزے بمنزلہ سند و دستاویز ہوجائیں اسلیئے اہل عقل کے نزدیک اول عقل کامل اور اخلاق حمیدہ ہی کا تجسس چاہیئے مگر عقل اور اخلاق میں دیکھا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں افضل و اعلے پایا عقل و فہم میں اولیت و افضلیت کے لئے تو اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ آپ بذات خود اُمّی اَن پڑھے جس ملک میں پیدا ہوئے اور جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گزری علوم سے یک لخت خالی نہ علوم دینی کا پتا نہ علوم دنیوی کا نشان نہ کوئی کتاب آسمانی نہ کوئی کتاب زمینی بباعث جہل کیا کیا کچھ خرابیاں نہ تھیں اب کوئی صاحب فرمائیں کہ

ایسا شخص اُمّی اَن پڑھا ایسے ملک میں اوّل سے آخر تک عمر گزارے جہاں علوم کا
نام ونشان نہو پھر اُس پر ایسا دین اور ایسا آئین۔ ایسی کتاب لاجواب اور ایسی ہدایات
بینات ایک عالم کو جس پر ملک عرب کے جاہلوں کو الٰہیات یعنی علوم ذات وصفات خداوندی
میں جو تمام علوم سے مشکل ہیں اور علم عبادات اور علم اخلاق اور علم سیاسات اور علم معاملات
اور علم معاش ومعاد میں رشک ارسطو وافلاطوں بنا دیا جسکے باعث تہذیب عرب رشک
شایستگی حکماء عالم ہوگئی چنانچہ اُنکے کمالِ علمی پر آج اہلِ اسلام کے کتب مطولہ جو خارج از
تعداد ہیں شاہد ہیں ایسے علوم کوئی بتلائے توسہی کس قوم اور کس فریق میں ہیں جس کے
فیض یافتہ اور تربیت یافتہ لوگوں کا یہ حال ہو اُنکے اُستاد اول اور معلم اول یعنی محمد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہوگا اور اخلاق کی یہ کیفیت کہ آپ کہیں کے
بادشاہ نہ تھے بادشاہزادے نہ تھے امیر نہ تھے امیرزادے نہ تھے نہ تجارت کا سامان
تھا نہ کھیتی کا بڑا اسباب تھا نہ میراث میں کوئی چیز ہاتھ آئی نہ بذات خود کوئی دولت
کمائی ایسے افلاس میں ملک عرب کے گردن کشوں جفاکشوں برابر کے بھائیوں کو ایسا
مسخر کر لیا کہ جہاں آپ کا پسینا گرے وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہوں پھر یہ بھی نہیں
کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا آیا نکل گیا ساری عمر اسی کیفیت سے گزار دے یہاں تک
کہ گھر چھوڑا باہر چھوڑا زن وفرزند چھوڑے مال ودولت چھوڑا آپ کی محبت میں سب
پر خاک ڈال اپنوں سے آمادۂ جنگ وپیکار ہوئے کسیکو آپ مارا کسیکے ہاتھ سے آپ مارے گئے
یہ تسخیر اخلاق نہ تھی تو اور کیا تھی یہ زور شمشیر کس تنخواہ سے آپنے حاصل کیا ایسی اخلاق
کوئی بتلائے توسہی حضرت آدمؑ میں تھے یا حضرت ابراہیمؑ میں تھے یا حضرت موسیٰؑ
میں تھے یا حضرت عیسیٰؑ میں تھے جب عقل واخلاق کی یہ کیفیت ہو اُس پر زہد کی یہ حالت
جو آیا وہی لٹا یا نہ کھایا نہ پہنا نہ مکان بنایا تو پھر کونسا عاقل یہ کہدیگا کہ حضرت موسیٰ اور
حضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم تو نبی ہوں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نبی نہوں اُن کی نبوت میں کسیکو تامل ہو کہ نہو پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اہل عقل و انصاف کو تامل کی گنجایش نہیں بلکہ بعد لحاظ کمالات علمی جو آپ کی ذات میں ہر عام و خاص کو ایسی طرح نظر آتے ہیں جیسے آفتاب میں نور یہ بات واجب التسلیم ہے کہ آپ تمام انبیا کے قافلہ سالار اور سب رسولوں کے سردار اور سب میں افضل اور سب کے خاتم ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ عالم میں جو کچھ ہے انبیا کے کمالات ہوں یا اولیا کے سب عطا رخدا ہیں چنانچہ مضامین مسطورۂ بالا سے یہ بات عیاں ہی مگر عالم خصوصاً بنی آدم میں کمالات مختلفہ موجود ہیں کسی میں حسن و جمال ہی تو کسی میں فضل و کمال ہی کسی میں زور و قدرت ہی تو کسی میں عقل و فراست ہی اسلئے خدا کے اور بندوں کی اسوقت ایسی مثال ہوگی جیسے فرض کیجئے کسی اُستاد جامع کمالات کے پاس مختلف فنون کے طالب آئیں اور ہر شخص جدے علم سے فیض یاب ہو کر اپنے اپنے کمالات دکھلائیں مگر ظاہر ہی کہ اُسکے شاگردوں کے آثار سے یہ بات خود نمایاں ہوجائیگی کہ یہ شخص کون سے فن میں اُستاد مذکور کا شاگرد ہی اگر فیض منقول اُس شاگرد سے جاری ہی تو معلوم ہوجائیگا کہ فن منقول میں یہ شخص شاگرد اُستاد مذکور کا ہی اور اگر فیض معقول جاری ہی تو معلوم ہوگا کہ فن معقول میں اُستاد مذکور سے مستفید ہوا ہی بیماروں کا علاج کرتا ہی تو استفادۂ طب کا پتا لگے گا اور شاعروں میں غزلخوانی کرتا ہی تو تحصیل کمال شاعری کا سُراغ نکلے گا الحاصل شاگردوں کے احوال خود بتلادینگے کہ اُستاد کے کون سے کمال نے اسمیں ظہور کیا ہی الحاصل جب بنی آدم خصوصاً انبیا میں مختلف قسم کے حالات موجود ہوں اور پھر سب کے سب خداہی کے عطا اور فیض ہوں تو بدلالت آثار و کاروبار انبیا یہ بات معلوم ہوجائیگی کہ یہ نبی خدا تعالے کی کونسی صفت سے مستفید ہی اور وہ نبی کونسی خدا کی صفت سے مستفیض ہی یعنی گو ایک کے ساتھ اور سب صفتیں بھی قلیل و کثیر آئیں پر اصل منبع فیض کوئی ایک ہی صفت ہوگی مگر بدلالت معجزات انبیا یہ معلوم

ہوتا ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور صفت سے مستفید ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اور صفت سے مستفید ہیں کیونکہ حضرت عیسے علیہ السلام میں بدلالت احیاء موتے وشفاء
امراض مضمون جاں بخشی کا پتہ لگتا ہی اور حضرت موسےٰ علیہ السلام میں بدلالت
اعجوبہ کاری عصائے موسوی کہ کبھی عصا تھا کبھی اژدہا تھا یہ معلوم ہوتا ہی کہ صفت
تبدیل وتقلیب کا سراغ نکلتا ہی مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدلالت
اعجاز قرآنی وکمالات علمی یہ معلوم ہوتا ہی کہ آپ صفت علم سے مستفید ہیں اور درگاہ
علمی میں باریاب ہیں مگر سب جانتے ہیں کہ علم وہ صفت ہی کہ تمام صفات اپنی کارگزاری
میں اُسکی محتاج ہیں پر علم اپنے کام میں کسی صفت کا محتاج نہیں کون نہیں جانتا کہ ارادہ قدرت وغیرہ
صفات بے علم وادراک کسی کام کے نہیں۔ روٹی کھانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر کھاتے ہیں تو اوّل
یہ سمجھ لیتے ہین کہ یہ روٹی ہی پتھر نہین اور پانی پینے کا ارادہ کرتے ہین یا پیتے ہین تو یہ سمجھ لیتے ہین کہ یہ پانی ہی شراب
نہین یہ علم نہین تو اور کیا ہی مگر روٹی کو روٹی سمجھنا اور پانی کو پانی سمجھنا ارادہ وقدرت پر موقوف
نہین اگر روٹی سامنے آجائے یا پانی سامنے سے گزرجائے تو بے ارادہ واختیار وہ روٹی اور یہ پانی معلوم
ہوگا القصہ علم کو اپنے معلومات کے تعلق مین کسی صفت کی ضرورت نہین مگر باقی تمام صفات کو اپنے
تعلقات مین علم کی حاجت ہی غرض جو صفات غیر سے متعلق ہوتے ہین۔ اُن سب مین علم اول ہی
اور سب پر افسر ہی اور علم سے اول اور کوئی صفت نہین بلکہ علم ہی پر مراتب صفات متعلقہ بالغیر
ختم ہوجاتے ہین اس لئے وہ نبی جو صفت العلم سے مستفید ہو اور بارگاہ علمی تک باریاب ہو تمام
انبیا سے مراتب مین زیادہ اور رتبہ مین اول اور سب کا سردار اور سب کا مخدوم مکرم ہوگا لو سب اُسکے تابع
ومحتاج ہونگے اُس پر مراتب کمالات ختم ہوجائینگے اسلئے وہ نبی خاتم الانبیاء بھی ضرور ہی
ہوگا وجہ اسکی یہ ہی کہ انبیا بوجہ احکام رسانی مثل گورنر وغیرہ نواب خداوندی ہوتے ہیں
اسلئے اُنکا حاکم ہونا ضرور ہی چنانچہ ظاہر ہی اسلئے جیسے عہدہ ہاے ماتحت میں سب
میں اوپر عہدۂ گورنری یا وزارت ہی اور سوا اسکے اور سب عہدے اُسکے ماتحت ہوا ہیں

اوروں کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہی اُسکے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا اور وجہ اُسکی یہی ہوتی ہی کہ اُس پر مراتب عہدجات ختم ہوجاتے ہیں ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہی اُسکے ماتحت ہوتا ہی اسلیئے اُسکے احکام اوروں کے احکام کے ناسخ ہونگے اَوروں کے احکام اُسکے احکام کے ناسخ نہونگے اور اسلیئے یہ ضرور ہی کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکام ماتحت کے بعد میں آتی ہی اور اسلیئے اُسکا حکم اخیر حکم ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہی پارلیمنٹ تک مرافعہ کی نوبت سبھی کے بعد میں آتی ہی یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ کسی اور نبی نے دعوے خاتمیت نہ کیا کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے کیا۔ چنانچہ قرآن وحدیث میں یہ مضمون بتصریح موجود ہی سوا آپکے اور آپسے پہلے اگر دعوے خاتمیت کرتے تو حضرت عیسے علیہ السلام کرتے مگر دعویٰ خاتمیت تو درکنار اُنہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کا سردار آنیوالا ہی۔ اس سے صاف ظاہر ہی کہ آپ نے اپنی خاتمیت کا انکار کیا بلکہ خاتم کے آنے کی بشارت دی کیونکہ سب کا سردار خاتم الحکام ہوا کرتا ہی اور درصورت مخالفت رائے اُسکے احکام آخری احکام ہوا کرتے ہیں چنانچہ مرافعہ کرنیوالوں کو خود ہی معلوم ہی جب افضلیت محمدی اور خاتمیت محمدی دونوں معلوم ہوگئیں تو اب یہ گزارش ہے کہ فقط افضلیت محمدی کمالات ہی میں واجب التسلیم نہیں بلکہ معجزات میں بھی افضلیت محمدی واجب الایمان ہی اور کیوں نہو معجزات خود آثار کمالات ہوتے ہیں اگر حضرت عیسے علیہ السلام سے مردے زندہ ہوگئے اور حضرت موسے علیہ السلام سے عصا بے جان اژدہا بے جاندار بنگیا تو کیا ہوا رسول اللہ صلعم کے طفیل سے کبھی کا سوکھا کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہوگیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ایک زمانے تک رسول اللہ صلعم جمعہ کے روز اپنی مسجد کے ایک ستون کے ساتھ جو کھجور کا تھا پشت لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب ممبر بنایا گیا تو آپ اُس ستون کو چھوڑ کر ممبر پر خطبہ پڑھنے تشریف لایے

اُس ستون میں سے رونے کی آواز آئی آپ ممبر سے اُتر کر اُس ستون کے پاس تشریف
لائے اور اپنے سینہ سے لگایا اور ہاتھ پھیرا وہ ستون ایسی طرح چپکا ہوا جیسے روتا ہوا
بچہ سبکتا سبکتا چپکا ہو جاتا ہے اس واقعہ کو ہزاروں نے دیکھا جمعہ کا دن تھا اور پھر
وہ زمانہ تھا جس میں نماز سے زیادہ اور کسی چیز کا اہتمام ہی نہ تھا خاصکر جمعہ کی نماز جسکے
لئے اسقدر اہتمام شریعت میں کیا گیا ہے کہ اُس سے زیادہ اور کسی نماز کا اہتمام ہی نہیں
الغرض چھوٹے بڑے سب حاضر تھے ایک دو اُسوقت ہوتے تو احتمال دروغ یا وہم غلط
فہمی بھی تھا ایسے مجمع کثیر میں ایسا واقعہ عجیب پیش آیا کہ نہ احیاء موتے کو جو اعجاز عیسوی
تھا اُس سے کچھ نسبت اور نہ عصاے موسوی کے اژدہا بنجانے کو جو معجزۂ موسوی تھا
اُس سے کچھ مناسبت شرح اس معما کی یہ ہے کہ تن بیجان اور جسم مردہ کو قبل موت تو
روح سے علاقہ تھا ستون مذکور کو تو نہ کبھی روح سے تعلق تھا نہ حیات معروف سے
مطلب ہے علاوہ بریں جسم انسان وحیوان گو منبع حیات نہو مگر قابل اور جاذب حیات
ہونے میں تو کچھ شک بھی نہیں یہی وجہ ہوئی کہ روح علوی کو اس خاکدان سفلی میں
آنا پڑا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایام حیات کی ملازمت طویلہ کے بعد روح کو بدن کے
ساتھ اُنس ومحبت کا ہونا بھی ضرور ہے جس سے ادھر کی نگرانی اور معاودت کی آسانی
ثابت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں ستون مذکور میں مفقود ہیں علی ہذا القیاس
حضرت موسے علیہ السلام کی برکت سے اگر عصا اژدہا بن گیا اور زندہ ہو کر ادھر اُدھر
دوڑا تو اُسکی حرکات سکنات بعد انقلاب شکل وماہیت ظاہر ہوئی اور ظاہر ہے کہ
اُس شکل اور اُس ماہیت کو جو بعد انقلاب حاصل ہوئی حیات سے ایک مناسبت
قوی ہے یعنی سانپوں اور اژدہاؤں کے افعال اور حرکات اور اُنکے وہ پیچ وتاب
اور وہ کاٹنا اور نگل جانا اُسی ماہیت اور اُسی شکل کے ساتھ مخصوص ہے اور زندوں
سے بھی وہ کام نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ نباتات یا جمادات سے * القصہ شکل مذکورہ

اور ماہیت مشارالیہ میں روح کا آنا چنداں مستبعد اور بعید اور عجیب و غریب نہیں
جتنا سوکھے ستون میں جو بالیقین بالفعل منجملہ جمادات تھا روح وحیات کا آجانا محل استعجاب
ہی علاوہ بریں عصاء موسوی سے وہی کام ظہور میں آیا جو اور سانپوں اور اژدہاؤں
سے ظہور میں آتا ہی کوئی ایسا کام ظہور میں نہیں آیا جو ذوی العقول اور بنی آدم سے
ظہور میں آتے ہیں چنانچہ ظاہر ہی اور ستون خشک کا درد فراق محمد صلعم یا موقوفی خطبہ
سے جو اُسکے قریب پڑھا جایا کرتا تھا رونا اور چلانا وہ بات ہی جو سوائے ذوی العقول بلکہ اُن
میں سے بھی بجز افراد کاملہ اور کسی سے ظہور میں نہیں آسکتے شرح اس معما کی یہ ہی کہ جیسے
محبت جمالی کے لئے اول آنکھ کی ضرورت ہی اور پھر قابلیت طبیعت کی حاجت جس کے
سبب میلان خاطر اور توجہ دلی متصور ہو ایسے ہی محبت کمالی کے لئے اول عقل و فہم
کی ضرورت ہی اور پھر قابلیت مذکورہ کی حاجت اور ظاہر ہی کہ یہ دونوں باتیں تنہا تنہا
بھی اور بحیثیت مجموعی بھی بجز بنی آدم اور اُنمیں سے بھی بجز کاملیں عقل و طبیعت متصور
نہیں پھر اس پر طرہ یہ ہی کہ کاملان مذکور سے بھی جبھی متصور ہی کہ کمالات محبوب کے علم کی
نوبت علم الیقین اور عین الیقین سے گزر جائے اور مرتبہ حق الیقین حاصل ہو جائے
کیونکہ قبل مرتبہ مذکورہ محبت کا حاصل ہونا ایسا ہی دشوار بلکہ غیر ممکن ہی جیسے قبل ذائقہ
شرینی وغیرہ نعمار لذیذہ شرینی کی رغبت غیر ممکن ہی یہ کبھی نہ سُنا ہوگا کہ چکھنے سے پہلے
فقط دیکھنے ہی کے سبب کسی غذاء نفیس ولطیف کی طرف رغبت حاصل ہو جائے۔
خواہ اُسوقت چکھنے کا اتفاق ہو جس وقت وہ غذا سامنے آئے یا اُس سے پیشتر اتفاق
ہو چکا ہو خواہ بدلالت شکل و صورت یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس غذا میں وہ مزا ہی
جو پیشتر نصیب ہو چکا ہے یا کسے یکے بتلانے سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس غذا میں وہ مزا ہی
جو پہلے اُٹھا چکے ہیں بہرحال قبل ذائقہ جتنی رغبت و محبت اغذیہ متصور ہے جا ہی اور
کیوں نہ ہو وجہ محبت کوئی خوبی اور صفت ہی ہوتی ہی یہی وجہ ہی کہ نکمی چیزیں کسیکو

مرغوب نہیں ہوتیں اور اگر کسیکو یہ خیال ہو کہ جمالی محبت میں فقط مرتبہ علم الیقین کافی ہی دیدار خوبرویاں جو مرتبہ عین الیقین ہی محبت کے لئے کافی ہی کسی اور مرتبہ کی ضرورت نہیں چنانچہ ظاہر ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ کبھی حصول حق الیقین کے لئے اُس حاسہ کے سوا جو سامان عین الیقین ہوتا ہی کسی اور حاسہ کی ضرورت ہوتی ہی جیسے غذاؤں میں ہوتا ہی کہ عین الیقین تو بذریعہ چشم میسر آتا ہی اور حق الیقین بوسیلہ زبان حاصل ہوتا ہی اور کبھی حصول حق الیقین کے لئے حواس ظاہرہ میں سے سوائے اُس حاسہ کے جو آلۂ عین الیقین ہوتا ہی اور کسی حاسہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ دونوں مرتبے اُسی ایک حاسہ سے متعلق ہوتے ہیں یا کوئی حاسہ باطنی آلہ حق الیقین ہوجاتا ہی سو محبت جمالی میں یہی قصہ ہی کہ جو آلہ عین الیقین ہی وہی آلہ حق الیقین ہی تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ غذاؤں کی محبت بوجہ صورت نہیں ہوتی بوجہ ذائقہ ہوتی ہی اور جمال کی محبت بوجہ صورت ہی ہوتی ہی کسی اور وجہ سے نہیں ہوتی اسلئے جمال میں عین الیقین اور حق الیقین ایک ہی حاسہ سے متعلق ہوتی ہیں اور غذاؤں وغیرہ میں مرتبہ عین الیقین آنکھوں سے متعلق ہی تو مرتبۂ حق الیقین زبان سے متعلق ہے کیونکہ عین الیقین اُسکو کہتے ہیں کہ خبر نہ رہے مشاہدہ ہوجائے اگر نوبتِ مشاہدہ نہیں آئے بلکہ ہنوز خبر ہی خبر ہی تو بشرط یقین وہ علم خبری علم الیقین سمجھا جائیگا اور اگر مشاہدے سے بڑھکر یہ نوبت بھی آجائے کہ اُس شے کو استعمال میں لائے اور اُسکے منافع سے منتفع ہو پھر یہ علم مرتبہ حق الیقین کو پہنچ جائیگا ✣ الحاصل مرتبۂ حق الیقین کا مرتبہ عین الیقین کے ساتھ ساتھ ہونا بعض بعض مواقع میں موجب اشتباہ ہوجاتا ہی اور یہ گمان ہوتا ہی کہ مرتبۂ عین الیقین ہی میں محبت اور رغبت پیدا ہوجاتی ہی جب یہ بات ذہن نشین ہوچکی تو اب سنیئے کہ جب پیدائش محبت مرتبۂ حق الیقین سے متعلق ہوئی تو بالضرور اس بات کا اقرار لازم ہوا کہ ستون مذکور کو رسول اللہ صلعم کے کمالات کا علم درجۂ حق الیقین کو پہنچ گیا تھا اور ظاہر ہے کہ

جیسے یقین میں اس مرتبہ سے بڑھکر اور کوئی مرتبہ نہیں ایسے ہی کمالات روحانی کی نسبت اس مرتبہ کا حاصل ہونا ہر کسیکو میسر نہیں آتا کیونکہ روح اور کمالات روحانی ایسے مخفی ہیں کہ بجز ارباب بصیرت و مکاشفہ اور کسیکو اس کا حصول متصور نہیں مگر ظاہر ہے کہ ارباب بصیرت و اصحاب مکاشفہ ہونا ایسا کمال ہے جسکے کمال ہونے میں بجز احمق اور کسیکو شک نہیں ہوسکتا ۔ الغرض عصاء موسوی اگر اژدہا بن گیا اور اژدہا بن کر چلا دوڑا تو یہ وہ کام ہے کہ جتنے سانپ ہیں سبھی یہ کام کرتے ہیں کچھ سانپوں کے مرتبے سے بڑھکر کوئی کام نہیں اور ستون محمدی اگر فراق محمدی میں رویا تو اس کا رونا محبت کمالات محمدی پر دلالت کرتا ہے جو بجز مرتبۂ حق الیقین متصور نہیں جو بہ نسبت کمالات روحانی بجز ارباب کمال یعنی اصحاب بصیرت و مکاشفہ اور کسیکو میسر نہیں آسکتا اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں معجزہ موسوی کو معجزۂ احمدی کے سامنے کچھ نسبت باقی نہیں رہتی اور سنئے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں پتھر سے پانی نکلتا تھا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے اور ظاہر ہے کہ زمین پر رکھے ہوئے پتھر سے پانی کے چشمے کا بہنا اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت و پوست سے پانی کا نکلنا عجیب ہے کون نہیں جانتا کہ جتنی ندیاں اور نالے ہیں سب پہاڑوں اور پتھروں اور زمین ہی سے نکلتے ہیں پر کسی کے گوشت و پوست سے کسی نے ایک قطرہ بھی نکلتا نہیں دیکھا علاوہ بریں ایک پیالی پانی پر دست مبارک کے رکھدینے سے انگشتان مبارک سے پانی کا نکلنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دست مبارک منبع البرکات ہے اور یہ سب جسم مبارک کی کرامات ہے اور سنگ موسوی سے زمین پر رکھدینے کے بعد پانی کا نکلنا اگر دلالت کرتا ہے تو اتنی ہی بات پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند عالم بڑا قادر ہے اور سنئے اگر باعجاز حضرت یوشع علیہ السلام آفتاب دیر تک ایک جا ٹھیرا رہا یا کسی اور نبی کے لیئے بعد غروب آفتاب لوٹ آیا تو اسکا ماحصل بجز

اسکے اور کیا ہوا کہ بجائے حرکت سکون عارض ہو گیا یا بجائے حرکت روزمرہ حرکت معکوس وقوع میں آئی اور ظاہر ہی کہ یہ بات اتنی دشوار نہیں جتنی یہ بات دشوار ہو کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے کیونکہ پھٹ جانا تو ہر جسم کے حق میں خلاف طبیعت ہی اور سکون کسی جسم کے حق میں بحیثیت جسمی خلاف طبیعت نہیں بلکہ حرکت ہی خلاف طبیعت ہی یہی وجہ ہی کہ جیسے اجسام کے پھٹ جانے کے لئے اور اسباب کی حاجت ہوتی ہو ایسے ہی حرکت کے لئے بھی اور اسباب کی ضرورت پڑتی ہو اور سکون لے لئے کسی اور سبب کی ضرورت نہیں ہوتی ان تمام وقائع اور مضامین کے استماع کے بعد شاید کسیکو شبہ ہو کہ معجزات مرقومہ بالا کا جو منجملہ معجزات محمدی صلعم مذکور ہوئے کیا ثبوت ہی اور ہم کو کاہے سے معلوم ہو کہ یہ معجزات ظہور میں آئے ہیں تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ہم کو کاہے سے معلوم ہو کہ اور انبیاء اور اوتاروں سے وہ معجزات اور کرشمے ظہور مین آئے ہین جو اُنکے معتقد بیان کرتے ہین اگر توریت و انجیل کے بھروسے اُن معجزات اور کرشموں پر ایمان ہی تو قرآن و احادیث محمدی صلعم کے اعتماد پر معجزات محمدی پر ایمان لانا واجب ہی کیونکہ توریت و انجیل کی کسی کے پاس آج کوئی سند موجود نہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کس زمانے میں کتابین لکھی گئیں اور کون کون اور کسقدر ان کتابوں کے راوی ہیں اور قرآن و حدیث کی سند اور اسناد کا یہ حال کہ یہاں سے لیکر رسول اللہ صلعم تک راویوں کی تعداد معلوم نسب اور سکونت معلوم نام اور احوال معلوم۔ پھر تماشا ہے کہ توریت و انجیل تو معتبر ہو جائیں اور قرآن و حدیث کا اعتبار نہو اس سے بڑھکر اور کیا ستم اور کون سی نا انصافی ہو گی اگر توریت و انجیل وغیرہ کتب مذاہب دیگر لایق اعتبار ہیں تو قرآن و حدیث کا اعتبار سب سے پہلے لازم ہے اب یہ گزارش ہی کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ اور مذاہب اور دین بالکل ساختہ و پرداختہ بنی آدم ہیں بطور جعلسازی ایک دین بنا کر خدا کے نام لگا دیا۔ نہیں دو مذہبوں کو تو ہم یقیناً دین آسمانی سمجھتے ہیں۔ ایک دین یہود اور دوسرے دین نصاری ہاں اتنی بات ہی کہ بوجہ تحریف بنی آدم کے رائے کی آمیزش بھی ان دونو دینوں مین ہو گئے ہے۔ باقی رہا

دین ہنود اُسکی نسبت اگرچہ ہم یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ اصل سے یہ دین بھی آسمانی ہی مگر یقیناً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ دین اصل سے جعلی ہی خدا کی طرف سے نہیں آیا کیونکہ اول تو قرآن شریف میں یہ ارشاد ہی وان من امة الا خلا فیہا نذیر۔ جسکے یہ معنی ہیں کہ کوئی امت یعنی گروہ عظیم ایسی نہیں جسمیں کوئی ڈرانیوالا نہ گزرا ہو پھر کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اس ولایت ہندوستان میں جو ایک عریض وطویل ولایت ہی کوئی ہادی نہ پہنچا ہو کیا عجب ہی کہ جسکو ہنود صاحب اوتار کہتے ہیں اپنے زمانے کے نبی یا ولی یعنی نائب نبی ہوں۔ دوسرے قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد ہی۔ منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک۔ جسکا حاصل یہ ہی کہ بعض انبیاء کا قصہ تو ہم نے تجھ سے بیان کردیا ہی اور بعضوں کا قصہ بیان نہیں کیا سو کیا عجب ہی کہ انبیاء ہندوستان بھی اُنہیں نبیوں میں سے ہوں جنکا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا رہی یہ بات کہ اگر ہندؤں کے اوتار انبیا یا اولیا ہوتے تو دعوے خدائی نہ کرتے ادھر افعالِ ناشایستہ مثل زنا چوری وغیرہ ان سے سرزد نہوتے حالانکہ اوتاروں کے معتقد یعنی ہندو ان دونوں باتوں کے معتقد ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ یہ دونوں باتیں بیشک اُن سے سرزد ہوئی ہیں سو اس شبہ کا جواب یہ ہو سکتا ہی کہ جیسے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف دعوے خدائی نصاریٰ نے منسوب کردیا ہی اور دلائل عقلی و نقلی اُسکے مخالف ہیں ایسے ہی کیا عجب ہی کہ سری کرشن اور سری رام چندر کی طرف بھی یہ دعوے بدروغ منسوب کردیا ہو جیسے حضرت عیسےٰ علیہ السلام بدلالت آیاتِ قرآنی اور نیز بدلالت آیاتِ انجیل اپنے بندہ ہونے کے مقر اور معترف تھے اور پھر وہی کام مدت العمر میں کیا کئے جو بندگی کو سزاوار ہیں دعوے خدائی پر نہیں پھبتے یعنی نماز روزہ ادا کیا کئے زبان سے عجز و نیاز کرتے رہی جب کہا اپنے آپکو ابن آدم کہا اور بندہ قرار دیا پھر اسپر اُنکے ذمے تہمت دعوے خدائی لگادی گئی ایسے ہی کیا عجب ہی کہ سری کرشن اور سری رام چندر کی نسبت تہمت خدائی لگادی ہو علیٰ ہذا القیاس جیسے حضرت لوطؑ اور

حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت باوجود اعتقاد نبوت یہود و نصاریٰ نے تہمت شراب خواری
اور زناکاری لگاتے ہیں اور ہم اُنکو ان عیوب سے بری سمجھتے ہیں ایسے ہی کیا عجب ہی
کہ سری کرشن اور سری رام چندر بھی عیوب مذکورہ سے مبرا ہوں آؤروں نے اُنکے ذمے
یہ تہمتِ زنا و سرقہ لگادی ہو۔ الحاصل ہمارا یہ دعوےٰ نہیں کہ آؤر آذیاں اور آؤر
مذاہب اصل سے غلط ہیں دین آسمانی نہیں بلکہ ہمارا یہ دعوےٰ ہی کہ اس زمانے میں
سوائے اتباع دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسیطرح نجات متصور نہیں اس زمانے میں
یہ دین سب کے حق میں واجب الاتباع ہی باقی رہا یہ شبہ کہ اس صورت میں اور دین منسوخ
ٹھیرینگے اور یہ وہم پیدا ہوگا کہ پہلے احکام میں خداتعالےٰ سے کچھ غلطی ہوئی ہوگی
جسکے تدارک اور اصلاح کے لئے یہ حکم بدلا گیا اسکا جواب یہ ہی کہ نسخ ایک لفظ عربی ہی اس لفظ
کے معنی ہم سے پوچھنے چاہئیں۔ نسخ فقط تبدیل احکام کو عربی زبان میں کہتے ہیں مگر حکام
دنیا چونکہ اپنے احکام جبھی بدلتے ہیں جبکہ پہلے حکم میں کچھ نقصان معلوم ہوتا ہی اسلئے نسخ کے
لفظ کو سنکر یہ شبہ پیدا ہوتا ہی ورنہ نسخ محض تبدیل احکام کو کہتے ہیں اور صورت تبدیل احکام
خداوندی یہ ہوتی ہی کہ جیسے منضج و مسہل اپنے اپنے وقت میں مناسب ہوتے ہیں اور اسلئے بعد اختتام میعاد منضج بجائے نسخہ
منضج نسخہ مسہل بدلا جاتا ہے اور تبدیلی کو بوجہ غلطی نسخہ منضج کوئی نہیں سمجھتا ایسے ہی دین موسوی اور
دین عیسوی اپنے اپنے زمانے میں مناسب تھے اور اس زمانے میں یہی مناسب ہے کہ اتباع دین محمدی کیا جائے
کیونکہ اور دینوں کی میعادیں ختم ہوگئیں اب اسی دین محمدی کا وقت ہی عذاب آخرت
اور غضب خداوندی سے نجات اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اتباع
میں منحصر ہے جیسے اس زمانے میں گورنر زمانۂ سابق لارڈ نارتھ بروک کے احکام کی
تعمیل کافی نہیں بلکہ گورنر زمانۂ حال لارڈ لٹن کے احکام کی تعمیل کی ضرورت ہی
ایسے ہی اس زمانے میں اتباع ادیانِ سابقہ کافی نہیں۔ بلکہ دین محمدی کا اتباع
ضروری ہی سزائے سرکاری سے نجات اور رستگاری جبھی متصور ہی جبکہ زمانۂ حال کے

گورنر کا اتباع کیا جائے اگر کوئی نادان یوں کہے کہ گورنر سابق بھی تو ملکہ ہی کا نائب تھا
تو اس عذر کو کوئی نہیں سنتا ایسے ہی یہ عذر کہ حضرت عیسے علیہ السلام اور حضرت
موسیٰ علیہ السلام بھی تو رسول خدا تھے اس وقت قابل استماع نہیں بلکہ جیسے اسوقت اگر
گورنر سابق بھی موجود ہو تو لارڈ ڈلٹن ہی کا اتباع کرے جو گورنر زمانہ حال ہو ایسے ہی اس
زمانے میں اگر حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت عیسے علیہ السلام بھی موجود ہوتے
تو اُنکو چار ناچار رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع کرنا پڑتا اور اگر کوئی شخص
اپنے خیال کے موافق بوجہ غلطی کوئی عیب ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
ذمہ لگائے بھی تو ہم ہزار عیب اُنکے بزرگوں میں نکال سکتے ہیں یہی تقریر ہو رہی تھی
جو پادری صاحب نے فرمایا کہ گھنٹہ پورا ہو گیا۔ خیر مولوی صاحب تو بیٹھے اور عیسائیوں
کی طرف سے پادری محی الدین پشاوری اُٹھے اور مولوی صاحب کی تقریر پر چار اعتراض
کئے جنکے دیکھنے کے بعد اہل فہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ جیسے ہنود کی طرف سے مولوی صاحب
کی تقریر کے رد میں آخر جلسہ تک کوئی صدا نہ اُٹھی پادری صاحبوں نے بھی گویا مطالب
ضروری کو اُس تقریر کے تسلیم ہی کر لیا کیونکہ مطالب اصلی اور ضروری تو اُس تقریر میں
کل آٹھ باتیں تھیں خدا تعالیٰ کا ثبوت اُسکی وحدانیت۔ اُسکا واجب الاطاعت ہونا۔
نبوت کی ضرورت۔ نبوت کی علامات اور صفات۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
اُنکی خاتمیت۔ اُنکے ظہور کے بعد اُنہیں کے اتباع میں نجات کا منحصر ہو جانا۔ ان آٹھوں
باتوں میں سے تو ایک بات پر بھی پادریوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہاں
پادری محی الدین مذکور نے مضامین ملحقہ اور زائدہ پر البتہ اعتراض کر کے انجام کار
خود نادم ہوئے اور پادری صاحبوں کو نادم کرایا وہ چار اعتراض یہ ہیں۔ ایک تو انبیاء
کی معصومیت پر یہ اعتراض کہ حضرت آدم علیہ السلام نے باوجود ممانعت خداوندی
گیہوں کھالیا اور مخالفت خداوندی کی۔ اور ظاہر ہے کہ اس مخالفت ہی کو گناہ کہتے

ہیں علیٰ ہذا القیاس حضرت داؤدؑ کی نسبت زن اوریا کے ساتھ نعوذ باللہ زنا کا الزام اور
حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت بت پرستی کی تہمت لگا کر یہ کہا کہ زنا اور بت پرستی
دونو گناہ ہیں ادھر یہ دونو نبی ہیں سو باوجود ایسے ایسے بڑے بڑے گناہوں کے صدور
کے اُنکو معصوم کہنا سراسر غلط ہی اور پھر اُسپر یہ کہا کہ یہ قصے کلام اللہ میں مذکور ہیں یہ
اعتراض تو وہ ہی جسکی مدافعت خود اثنا تقریر میں مولوی صاحب کر چکے تھے مگر با اینہمہ عوام
کے دکھلانے کو پادری صاحب اپنا کام کر گزرے۔ دوسرے مضمون آیت۔ وان من امۃ
الا خلا فیہا نذیر۔ پر جسکا ترجمہ یہ ہی کوئی امت یعنی گروہ عظیم ایسی نہیں جسمیں کوئی ڈرانیوالا
خدا کی طرف سے نہ گزرا ہو یہ اعتراض کیا کہ تم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہر گروہ میں نبی کے
آنے کی ضرورت ہی رسول اللہ صلعم سے پیشتر ملک عرب میں کونسا پیغمبر تھا اور اُس کے
ساتھ پادری صاحب کو یہ اشارہ کرنا بھی منظور تھا کہ جب قبل بعثت محمدی کوئی پیغمبر ملک
عرب میں نہ نکلا تو پھر چالیس برس کی عمر تک جو رسول اللہ صلعم کی نبوت کا آغاز اور
اول زمانہ تھا رسول اللہ صلعم کا اپنے افعال میں مخالف دین خداوندی ہونا لازم آئیگا
جس سے معصومیت انبیاء میں صاف رخنہ پڑ جائیگا[1]۔ تیسرا یہ اعتراض کہ معجزات محمدی کا

[1] قرین قیاس عقل اتنی ہی بات ہی کہ خداوند عالم اپنے بندوں کو اپنی مرضی غیر مرضی سے کسی اپنے مقرب خاص کی معرفت اطلاع
کرادی اور بعد اطلاع اُسکی یادگاری اور حفاظت بندوں کے ذمہ ہی ہاں بعد ضایع ہو جانے اور گم ہو جانے اُن حکم ناموں
کے جو خدا کی طرف سے اُسکے مقربان خاص کی معرفت یعنی انبیاء یا اُنکے نائبوں کے ذریعہ سے پہنچی تھی جو لوگ پیدا
ہونگے نہ وہ اس جرم میں ماخوذ ہونگے کہ وہ حکم نامے کیوں کھو دیئے گئے اور نہ اس جرم میں ماخوذ ہونگے کہ اُنکے موافق
عمل کیوں نکیا بلکہ اُس زمانے میں مثل زمانہ اول خدا کی طرف سے پھر اس لطف کی امید ہوگی کہ وہ پھر کسی خاص
بندے کو اپنے احکام دیکر بھیجے چنانچہ یہی وجہ ہوئی کہ رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے اسلئے کہ وہ زمانہ بھی ایسا ہی تھا
چنانچہ واقفان اہل انصاف کو خوب معلوم ہی کہ جس زمانہ میں رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے اُس زمانہ میں کوئی دین
آسمانی بجنسہ محفوظ نہ تھا نہ دین ابراہیمی نہ دین موسوی نہ دین عیسوی اصول سے خراب ہو گئے تھے بلکہ بعض

ثبوت آپ کو قرآن سے دینا تھا قرآن سے آپ نے ثبوت نہیں دیا چوتھا اعتراض رسول
اللہ صلعم کی افضلیت پر یہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاں درود اس طرح پر ہی۔ اللھم صل علی
سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما صلیت علی سیدنا ابراہیم وعلی آل سیدنا ابراہیم انک
حمید مجید۔ اس درود میں لفظ کما صلیت جو تشبیہ پر دلالت کرتا ہی خود اس جانب مشیر
ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں کیونکہ

احکام شریعت سے دست برداری اور سبکدوشی علی ہذا القیاس دین موسوی کا بھی یہی حال تھا کہ کہیں تو یہ
اعتقاد تھا کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے تھے کہیں اپنے آپکو خدا کا دوست اور خدا کا فرزند سمجھتے تھے جسکے باعث خدا
کے احکام کی تعمیل سے بالکل فارغ البال تھے اسی قسم کے خیالات بیجا کے رفع کرنے کو حضرت عیسے کو بھیجا گیا تھا
انکو بھی چھوڑ یہ بھی نہ سمجھا کہ کوئی نیک ہی آدمی ہیں چنانچہ اسی وجہ سے اُنسے وہ سلوک کیا کہ سبھی جانتے ہیں الغرض
کوئی دین قبل بعثت محمدی ایسا نہ بچا تھا جسمیں ایجاد بندہ نہو گیا ہو۔ اسلئے وہ زمانہ ایسا ہو گیا تھا جیسا وہ زمانہ
تھا جسمیں سب سے پہلے پیغمبر تشریف لائے ہونگے یعنی حق و باطل و موافق و مخالف مرضی خداوندی کے اصلا
تمیز باقی نہ رہی تھی اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت میں کوئی شخص بوجہ احکام لایق عذاب نہیں ہو سکتا کیونکہ عذاب
اُسوقت مناسب ہی کہ کوئی شخص باوجود علم و امکان اطلاع خدا کے احکام کی تعمیل نکرے یہاں علم احکام و امکان
اطلاع احکام کی کونسی صورت تھی اسلئے ایسے وقت میں اتنی بات کافی ہی کہ اپنی طرف سے ہر دم بصدق دل اسپر آمادہ
رہی کہ اگر کسی طرح کوئی حکم معلوم ہو جائے تو اُسکی تعمیل کروں اور پھر حسب ہدایت عقل جسقدر معلوم ہو اُسکا کاربند رہوں سو
یہ بات بحمد اللہ تعالے رسول صلعم کو قبل بعثت حاصل تھی شرک۔ زنا۔ چوری۔ قتل۔ شراب خواری۔ جھوٹ وغیرہ
امور معلومہ منہیہ سے احتراز تھا اور غار حرا میں تنہا بیٹھ کر اپنے خدا سے راز و نیاز تھا اور ظاہر ہی کہ اسیکو طاعت اور
فرمانبرداری کہتے ہیں بلکہ اصل طاعت یہی ہی اطلاع احکام سے غرض اصلی اسی آمادگی کا امتحان ہوتا ہی القصہ اس صورت میں یہ
اعتراض ہو سکتا ہی کہ جب ملک عرب میں آپ سے پہلے ایک عرصہ سے کوئی نبی ہی نتھا اور احکام خداوندی کی تعمیل کی کوئی صورت
ہی نہ تھی تو پھر بوجہ عدم تعمیل آپ معصوم نہیں نعوذ باللہ منہا گناہگار نکلے۔ اور نہ یہ اعتراض ہو سکتا ہی کہ آپ سے پہلے حضرت عیسے نبی
تھے آپنے انکا اتباع نکیا اسلئے نعوذ باللہ خدا کے نافرمان ٹھیرے کیونکہ عدم تعمیل اُسوقت مضر ہی جبکہ علم اطلاع بھی ہو اور مگر

تشبیہ میں مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہوا کرتا ہی یہ چار اعتراض کرکے اُنہوں نے اور پادری نولس صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ اعتراض تو اَور بھی تھے مگر بوجہ طول تقریر یاد نہیں رہی مگر ان چار اعتراضوں کے معائنہ سے ناظرین کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ اگر بالفرض والتقدیر پادری صاحب اپنے بیان میں سچے ہی ہوں یعنی اُنکے خیال میں اثنار تقریر میں کچھ اور بھی اعتراض آئے ہی ہوں مگر بوجہ طول تقریر یاد نہ رہی ہوں تو بھی یہ چار اعتراض تو اُن سب میں گل سرسبد اور اُن سب کا انتخاب ہی ہونگے جو یاد رہی پھر جب اُنکا یہ حال ہی کہ پادری صاحب بیان ہی نکرتے تو اچھا تھا نہ بیان کرتے نہ نادم ہونا پڑتا تو اور اعتراض تو کس شمار میں ہیں الغرض پادری صاحب تو بیٹھے اور مولوی صاحب کھڑے ہوگئے۔ اوّل تو یہ فرمایا کہ آپ ابتک گناہ کے معنے ہی نہ سمجھے گناہ فقط مخالفت امر و ارشاد و نہی و منع ہی کو نہیں کہتے بلکہ یہ بھی ضرور ہی کہ وہ مخالفت عمداً ہو بوجہ نسیان و غلطی نہو یہی وجہ ہی کہ موقع عذر میں یوں کہا کرتے ہیں کہ میں بھول گیا تھا یا میں سمجھا نتھا اگر باوجود نسیان و غلط فہمی بھی مخالفت کو گناہ کہئے تو پھر موقع عذر میں یہ کہنا کہ میں بھول گیا تھا سراسر لغو ہوا کرے بہرحال گناہ یعنی سرکشی کے لئے یہ بھی ضرور ہی کہ مخالفت مذکورہ بوجہ نسیان و غلطی نہو عمداً ہو اور عمداً بھی ہو تو اُس شخص کی محبت اور عظمت جسکی مخالفت کرتا ہی باعث مخالفت نہوئی ہو چنانچہ اثنار تقریر میں ہمنے خود اس مضمون کی طرف اشارہ کرکے یہ کہدیا تھا کہ کبھی بھولے چوکے یا بتقاضار محبت بھی انبیار سے مخالفت ہوجاتی ہی البتہ عمداً نہیں ہوتی الحاصل گناہ وہ مخالفت ہی جو عمداً ہو اور باعث مخالفت اُسکی محبت و عظمت نہوئی ہو جسکی مخالفت کرتا ہی اور اگر بوجہ نسیان یا بتقاضار محبت و عظمت[ل] مخالفت سرزد ہوجائے تو پھر اُسکو گناہ نہیں کہتے بلکہ زلت کہتے ہیں۔

[ل] یہی وجہ ہی کہ اگر کوئی مخدوم مکرم اپنے چھوٹوں کو سرہانے بیٹھنے کو کہے اور وہ اُسکے کہنے کو نہ مانے تو اُس شخص کو کوئی سرکش نہیں کہتا اور مجملہ جرم شمار نہیں کرتا بلکہ عین دلیل اطاعت شمار کرتا ہی۔ ۱۲ منہ

جسکا ترجمہ لغزش[1] ہے مگر اس صورت میں حضرت آدم علیہ السلام کے گیہوں کھا لینے کو موافق اصول اہل اسلام گناہ اور جرم قرار دینا غلط ہے کیونکہ اول تو حضرت آدم علیہ السلام نے یہ حرکت مخالف امر خداوندی بھول کر کی تھی چنانچہ قرآن شریف میں حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں یہ وارد ہے فنسی ولم نجد لہ عزما جسکا حاصل یہ ہے کہ آدم علیہ السلام بھول گئے اور ہمنے انمیں پختگی نپائی اور اگر حضرت آدم[2] علیہ السلام سے عمداً ہی یہ مخالفت ظہور میں آئی

[1] اور ظاہر ہے کہ لغزش اُسی حرکت کو کہتے ہیں جو بے اختیارانہ صادر ہو کسی اَور کے دھکے اور صدمہ سے وقوع میں آئے مگر ایسی حرکت کو کوئی عاقل جرم اور بغاوت اور سرکشی کے اقسام میں شمار نہیں کرتا +

[2] اگر کسی صاحب کو یہ شبہ دامنگیر ہو کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے تو یہ آیت جسمیں یہ ہے ما نہا کما ربکما عن ہذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین غلط ہو گی کیونکہ اس آیت میں صاف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ممانعت خداوندی یاد تھی اور اگر عمداً یہ حرکت اُن سے وقوع میں آئی تو پھر آیت فنسی ولم نجد لہ عزما غلط ہو گی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یہ دونوں آیتیں اسی قصہ کی متعلق ہیں تو پھر آیہ فنسی ولم نجد لہ عزما کا یہ مطلب ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک تو یہ بات بھول گئے کہ وجہ ممانعت وہ نہیں جو شیطان بیان کرتا ہے بلکہ وجہ ممانعت پاس عزت و راحت حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام تھا چنانچہ خود قرآن شریف میں فرماتے ہیں۔ ولا تقربا ہذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین جس کا حاصل یہ ہے کہ اے آدم و حوا تم دونوں اس درخت کے پاس مت پھٹکنا یعنی اسکا پھل مت کھانا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔ غرض اس فعل کا نتیجہ حسب ارشاد خداوندی ملکیت و خلود نہ تھا بلکہ ظلم تھا جس کا انجام سب جانتے ہیں کہ برا ہوتا ہے سو حضرت آدم علیہ السلام ایک تو نتیجہ مخالفت کو جو وجہ ممانعت تھی بھول گئے۔ دوسری یہ بات بھی بھول گئے کہ خداوند کریم نے پہلے سے بنسبت شیطان فرما دیا تھا کہ انہ عدو لکما فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان تم دونو کا دشمن ہے ایسا نہو تم دونوں کو جنت سے نکالدے اور تو بدبخت ہو جائے یعنے ایسا نہو کہ وہ تم کو فریب دے دلاکر ہماری مخالفت کرا دے اور اس سبب سے تم جنت سے نکالے جاؤ۔ غرض ارشاد خداوندی بنسبت شیطان اور نیز بہ نسبت وجہ ممانعت دونوں بھول گئے فقط ممانعت یاد رکھی اور اس بھول کے باعث نوبت یہاں تک

تو اُس کا باعث کوئی ہوا ر نفسانی نہیں ہوئی بلکہ بتقاضاء محبت خداوندی اُن سے یہ حرکت سرزد ہوئی تفصیل اسکی یہ ہی کہ قرآن شریف میں اس قصہ کو اس طرح پر فرمایا ہی مانہاکما ربکما عن ہذہ الشجرۃ الاان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین فدلہما بغرور۔ جس کا حاصل اوپر کے عبارت کے ملانے سے یہ نکلتا ہی کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا سے یہ کہا کہ اس پھل کے کھانے سے تمکو خدا نے فقط اسلئے منع کیا ہی کہ اسے کھاکر کہیں فرشتے نہ بنجاؤ کہیں ہمیشہ رہنے والوں میں سے تم بھی ہوجاؤ پھر بعد اسکے شیطان نے قسم کھاکر کہا کہ میں تمھارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ سو اسطور پر فریب دیکر انکو نکال باہر کیا اور اُس بلندی سے نیچے گرادیا یہاں تک حاصل مطلب قرآنی تھا اب ہماری سنئے کہ سبب وجہ مخالفت فرشتے ہوجانے اور خلود[1] یعنے ہمیشگی کا شوق ہی چنانچہ سیاق آیت سے ظاہر ہی تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف موافق اہل اسلام گناہ کا الزام عائد نہیں ہوسکتا کیونکہ فرشتے مقربان بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں اور آرزو سے تقرب خداوندی اُسی شخص کو ہوسکتی ہے جو خدا کو عظیم الشان سمجھتا ہو اور خدا سے محبت رکھتا ہو سو اس مخالفت کو گناہ کہنا جو بالیقین بتقاضاے محبت خداوندی اور بلحاظ عظمت خداوندی ظہور میں آئے سراسر نا انصافی ہے الحاصل حضرت آدم علیہ السلام کا گیہوں کھا لینا منجملہ گناہ نہیں بلکہ از قسم زلت ولغزش ہی اسکے بعد یہ فرمایا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی نسبت آپکا یہ فرمانا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے نعوذ باللہ زنا کیا یا حضرت سلیمان علیہ السلام نے نعوذ باللہ بت پرستی کی اور یہ باتیں قرآن میں موجود ہیں بالکل غلط ہیں قرآن شریف میں کہیں ان باتونکا

[1] جو چیز عزیز ہوتی ہی تا مقدور اُس چیز کو حفاظت سے رکھتے ہیں۔ اور خراب نہیں ہونے دیتے۔ سو حضرت آدم علیہ السلام کو خلود کی آرزو وہ بھی ناز و نعمت میں اسی غرض سے تھی کہ خدا کے نزدیک عزیز ہوجاؤں ✣

پڑتا نہیں اگر تمکو قرآن یاد ہوتا تو تم کرسٹان نہوتے پھر اسکے بعد یہ فرمانا کہ آپ جو یہ ارشاد کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم سے پہلے کون نبی تھا سو اسکا جواب یہ ہے کہ مَیں نے یہ کب کہا تھا کہ ہر قرن اور ہر زمانہ میں نبی کا ہونا ضرور ہے اگر میں یہ کہتا تو البتہ تمہارا یہ اعتراض بجا تھا مَیں نے فقط اتنا کہا تھا کہ ہر گروہ میں کوئی ڈرانیوالا خدا کی طرف سے چاہیئے اور ظاہر ہے کہ اس مضمون پر آپ کا اعتراض وارد نہیں ہوسکتا اسکے بعد اعتراض ثالث کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ اول تو قرآن شریف میں مذکور ہونا کوئی شرط ثبوت نہیں روایت صحیح چاہیئے سو بحمد اللہ روایات احادیث اہل اسلام جن میں اکثر معجزات محمدی منقول ہیں ایسے صحیح ہیں کہ توریت وانجیل کی روایات[1] اُنکے ہم پلہ نہیں ہوسکتی۔ علاوہ بریں معجزۂ انشقاق قمر اور پیشین گوئی خلافت وغیرہ قرآن میں نہیں اور کاہے میں ہیں۔ اتنے میں پادری نولس صاحب نے فرمایا کہ دس منٹ ہوچکے اسلیئے مولویصاحب بمجبوری بیٹھ گئے پر غالباً یہ ارشاد فرمایا کہ تنگئے وقت سے مجبور ہوں ورنہ جواب اعتراض رابع موجود ہے اسکے ساتھ یہ بھی کہا کہ ایک ایک اعتراض کرتے جائیے اور جواب لیتے جائیے۔ بہت سے اعتراض اکٹھے ہوجاتے ہیں تو بوجہ تنگئے وقت جواب میں دقت پڑتی ہے

[1] نصاریٰ کے اعتقاد کے موافق الفاظ تورات وانجیل خدا کی طرف سے نہیں آئے اُدھر سے فقط الہام معانی ہوا ہے انبیاء یا حواریوں نے اپنے الفاظ میں اُن مضامین کو ادا کر دیا چنانچہ ترجموں کو تورات وانجیل کہنا بھی اسیواسطے کہا ہے سو اس بات میں احادیث نبوی صلعم حسب اعتقاد اہل اسلام تورات وانجیل کے برابر ہوئیں کیونکہ احادیث کی نسبت بھی اعتقاد اہل اسلام بعینہ یہی ہے پھر اس پر یہ بات علاوہ رہی کہ اہل اسلام میں تو یہاں سے لیکر اوپر تک راویوں کی تعداد و نام و نشان مراتب علم و دین سب معلوم اور تورات وانجیل کے راویوں کی نسبت ان باتوں میں سے ایک بھی معلوم نہیں ادھر یہاں بوجہ احتیاط ترجموں کو حدیث نہیں کہتے کیونکہ پیغمبروں کی طرف تو بوجہ قرب و کمال عقل یہ احتمال نہیں کہ خدا کا مطلب سمجھے ہوں ورنہ منصب پیغمبری قابل اطمینان نہ رہے اور مترجموں کی طرف بوجہ کم فہمی و الف (یعنی عربیت نشینی و خوگر دگی) و عادت اور نیز بدنیتی وغیرہ سو طرح کے احتمال ہیں یہی بلا اہل کتاب کے حق میں سرمایہ ضلالات ہوگئی ہے

کیونکہ اعتراض میں تو کچھ دیر نہیں لگتی البتہ جواب کیلئے زمانہ واسع چاہیئے پادری محی الدین
نے کہا کہ اب سے ایسا ہی ہوگا خیر سننے والوں کے دلمیں ارمان رہگیا مگر سررشتۂ اختیار
اپنے ہاتھ سے بجز خاموشی کچھ بن نہ پڑا کیونکہ پادری صاحبوں نے اعتراض وجواب کیلئے
دس دس منٹ مقرر کردیے تھے اور ہنود بھی انہیں کے ہمصفیر ہوگئے تھے اسلیئے مسلمانوں
کی خواہش دربارۂ عدم تعین وقت کچھ کارگر نہوئی حاصل کلام یہ ہی کہ مولوی صاحب
تو بیٹھے اور پادری محی الدین پھر کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام
اور سلیمان علیہ السلام کے زنا اور بت پرستی کا بیان گو قرآن میں نہیں پر بیبل یعنی
توراۃ وانجیل وزبور میں یہ افسانے موجود ہیں اور قرآن شریف میں بیبل کی تصدیق
موجود ہی یہ کہکر وہ تو بیٹھے اور مولوی صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ قرآن شریف
میں بیشک توراۃ وانجیل کی تصدیق ہی مگر اُس توراۃ وانجیل کی تصدیق ہے
جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی تھی اس توراۃ وانجیل
کا مذکور نہیں جو آپ صاحبوں کے ہاتھ میں ہی اسکا اعتبار نہیں کیونکہ اس میں تحریف
یعنے تغیر وتبدل واقع ہوچکی ہی اسپر پادری محی الدین صاحب بہت جھلا کر اُٹھے
اور فرمایا کہ اگر آپ تحریف ثابت کردیں تو ابھی فیصلہ ہے مولوی صاحب نے فرمایا ابھی
سہی۔ اور یہ کہکر جناب امام فن مناظرہ اہل کتاب یعنے مولوی ابوالمنصور صاحب کیطرف
مخاطب ہوکر یہ فرمایا کہ ہاں مولوی صاحب انجیل کے اُس ورس کی نسبت جو آج صبح آپنے
ہم کو مع اُسکے حاشیہ کے دکھلایا تھا علماء نصاریٰ کی رائے سے پادری صاحب
کو مطلع فرمادیجے امام صاحب نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ تحریفات تو بہت ہیں مگر مشتے نمونہ
از خروارے ورس ۷ باب پانچواں یوحنا کا نامہ دیکھیے اُسمیں یہ مضمون ہے کہ تین ہیں
جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور
پھر فرمایا جب یہ کتاب مرزاپور میں باہتمام اکابر پادریان بہت اہتمام سے سوسائٹی کی

رف سے عبرانی اور یونانی زبان سے اُردو میں ترجمہ ہو کر سنہ ۱۸ ء میں چھپی تو درس مذکور کی نسبت
حاشیہ پر اُن پادریوں نے جو اُسکے طبع کے مہتمم تھے یہ عبارت چھاپ دی ہے کہ (یہ الفاظ
کسی قدیم نسخہ میں نہیں پائی جاتی) اسپر پادریوں نے انکار کیا اور یہ کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا
سلئے مولوی محمد قاسم صاحب نے امام فن مناظرۂ اہلِ کتاب جناب مولوی ابو المنصور
صاحب سے یہ عرض کیا کہ آپ وہ کتاب ہی منگا لیجے اسلئے حسب اشارۂ امام صاحب اُن کا
یک خادم دوڑا اور خیمہ میں سے وہ کتاب اُٹھا لایا امام صاحب نے وہ مقام کھول کر
دکھلا دیا دیکھتے ہی پادریوں کے تو ہوش اُڑ گئے - اور اہل جلسہ پر یہ بات آشکارا ہو گئی
کہ مسلمان بازی جیتے مگر اس پر بھی پادری محی الدین صاحب نے حیا کو کام فرمایا اور
شرم اُتارنے کو یہ فرمایا کہ یہ تحریف نہیں کمی و بیشی ہے ہر چند جواب تو اسکا بھی تھا کہ کمی بیشی
خود اقسام تحریف میں سے ہے اسلئے کہ حاصل تحریف فقط تغیر و تصرف ہے کسی طرح ہو - مگر
حسب بیان مولوی صاحب موصوف مولوی صاحب کو پادری صاحب کی انصاف پرستی
سے یہ کھٹکا ہوا کہ پادری صاحب اس باب میں لا و نعم کرتے کرتے وقت کو خراب کرینگے
اسلئے یہ فرمایا کہ اگر یہ تحریف نہیں کمی و بیشی ہے تب بھی ہمارا مطلب ہاتھ سے نہیں جاتا
اثباتِ تحریف سے اہلِ اسلام کو اس سے زیادہ اور کیا مقصود ہے کہ تورات و
انجیل قابل اعتبار نہیں سو در صورت تسلیم کمی و بیشی یہ بات بدرجۂ اولے ثابت
ہو جائیگی اس اثنار میں پادری جان ٹامس صاحب کرسٹان اُٹھے اور دربارۂ
نسخ کچھ فرمانا چاہا مگر کھڑے ہو کر ایک دو ہی لفظ کہنے پائے تھے جو رہ گئے اور لاچار
ہو کر اُنکو یہ کہنا پڑا کہ ہاں مولوی صاحب آپ کیا فرماتے تھے مولوی محمد قاسم صاحب
نے فرمایا معقول آپ کو اصل بات تو معلوم ہی نہیں اعتراض کرتے کس بھروسے پر
آپ کھڑے ہوئے تھے اسپر اکثر اہل جلسہ یہاں تک پادری لوگ بھی ہنس پڑے مگر
جوں توں سنبھل سنبھلا کر پادری صاحب نے یہ فرمایا کہ اہل اسلام کے نزدیک اخبار میں

نسخ نہیں ہوتا احکام میں ہوتا ہے اور آیاتِ قرآنی بعضے تو منسوخ التلاوت بھی ہیں۔
اور منسوخ الحکم بھی ہیں اور بعضے منسوخ الحکم ہیں اور بعضے فقط منسوخ التلاوت ہیں
اس قسم کی بات بیان کرکے حسب عادت بس کرکے بیٹھ گئے مگر کسیکو یہ معلوم نہوا کہ پادری
صاحب نے کس بات پر اعتراض کیا موافق مثل مشہور المعنے فی بطن الشاعر پادری صاحب
کے سوا اور کسیکو انکا مطلب کھلا اور میں جانتا ہوں کہ شاید وہ بھی اتنا ہی سمجھے ہوں
کہ کوئی مطلب کی بات میں نے نہیں کہی مگر بہت کھینچ تان کیجئے تو تقریر سابق سے پادری
صاحب کے کلام کو اس سے زیادہ مناسبت نہیں نکل سکتی کہ آیات منسوخ التلاوت کا
قرآن سے نکالدینا قرآن کی نسبت بھی کمی کے اقرار کا باعث ہے شاید اسلئے اسکے جواب
میں غالباً مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ فرمایا کہ جب ہمکو بالیقین یہ معلوم ہی کہ پہلے
اتنا تھا اور اب اتنا ہی پہلے یہ حکم تھا اب یہ حکم ہی اور پھر جو کچھ ہوا خدا کے حکم سے
ہوا ہمارا تصرف نہیں تو پھر قرآن کو توراۃ و انجیل[۱] پر قیاس کرنا سخت نا انصافی
ہے اسکے بعد پادری نولس صاحب بولے کہ بیشک[۲] یہ فقرہ زائد ہی اور جو کچھ پادریان
مرزا پور نے حاشیہ پر لکھا صحیح و درست ہی مگر یہ چھاپ دینا اور اسکے الحاق کا اقرار کر لینا

[۱] یعنی توراۃ و انجیل میں کمی و بیشی تغیر و تبدیل جو کچھ ہوا بندوں کے تصرف سے ہوا خدا کے حکم سے نہیں ہوا پھر یہ معلوم نہیں کہ اصل کیا تھی لفظ کیا تھے اُسکے کیا معنے تھے غرض نسخ تلاوت آیاتِ قرآنی اصل مطلب کے خلط ملط ہو جانے کا باعث نہیں ہوا بخلاف انجیل کے کہ ایک اسی فقرے کے بڑھا دینے سے کسقدر خرابی واقع ہوئی کہ توحید کو چھوڑ کر تمام نصاریٰ تثلیث کے معتقد ہو گئے حالانکہ اس فقرے کی نسبت حسب تحریر سابق یہ بھی اعتقاد ہی کہ یہ فقرہ الحاقی ہی۔

[۲] جائے غور ہے اہلِ اسلام سے تو معجزات کا ثبوت قرآن سے مانگا جائے حالانکہ معجزات پر بنا ر نبوّت نہیں بلکہ معجزات ہی خود نبوّت پر مبنی ہیں اور بنا ر نبوت فقط کمال عقل و فہم و اخلاق پر ہی جسکا ثبوت رسول اللہ صلعم کی نسبت آفتاب سے زیادہ روشن ہی چنانچہ پہلے واضح ہو چکا اور اپنا یہ حال ہو کہ اصل عقیدہ ہی جسپر بنا رکار نصرانیت ہی انجیل میں نہ ہو البتہ

اُلٹا ہماری دیانت کی دلیل اور ہماری راستبازی کی علامت ہی کہ جو بات غلط تھی اُسکو غلط کہتے ہیں صحیح نہیں کہتے اس پر جناب مولوی منصور علی صاحب نے یہ فرمایا کہ ہم یہ کب کہتے ہیں کہ آپ جھوٹے ہیں آپ سچے سہی ہمارا مطلب یہ ہی کہ آپکا دین جھوٹا ہی سو اُسکا جھوٹا ہونا آپ کے اقرار سے ثابت ہوگیا ادھر اول تو مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ فرمایا کہ اگر یہ فقرہ الحاقی ہے تو اسکو انجیل سے نکال ڈالئے اور عقیدۂ تثلیث سے توبہ کیجئے مگر اسپر پادری جان ٹامس صاحب نے یہ کہا کہ ہمکو اس مضمون کی تعلیم اَور طریقے سے ہوئی ہی اور پھر پادری نولس صاحب کی طرف مخاطب ہوکر یہ فرمایا کہ پادری صاحب اگر ایک پیالے پانی میں ایک قطرہ پیشاب کا گر جائے تو وہ قطرہ سارے پانی کو ناپاک بنا دیتا ہے وہ پانی باوجودیکہ قطرہ سے اضعاف مضاعف اور کہیں زیادہ ہی اُس قطرہ کو پاک نہیں بنا دیتا اسپر پادری صاحب کو شور کرنے کے لئے ایک بہانہ ہاتھ آگیا کھڑے ہوکر بہت تیزی سے یہ فرمایا کہ انجیل خدا کے کلام ہے اس قابل نہیں کہ اسمیں ناپاکی ملائی جائے آپ ایسی بُری تشبیہ نہ دیجیے ہرچند پادری صاحب کا یہ شور بیجا تھا کیونکہ مولوی صاحب نے انجیل کو تو پاک ہی پانی سے تشبیہ دی تھی ناپاک سے نہ دی تھی قطرۂ ناپاک قطرۂ پیشاب سے اگر تشبیہ دی تھی تو الحاقیات کو دی تھی اور ظاہر ہے کہ اسمیں کوئی بے ادبی نہیں بلکہ الحاق کو بے ادبی کہئے تو سراسر بجا ہے مگر حسب بیان مولوی صاحب اُسوقت مولوی صاحب نے تطبیق مثال میں گفتگو کرنی فضول سمجھی اور اس اندیشہ سے کہ مبادا اسمیں وقت ختم ہو جائے یہ کہا کہ پادری صاحب آپ کہاں تک ایسی باتیں کرینگے آپ ایک مثال میں گفتگو کرینگے مَیں اَور دس مثالیں بیان کرونگا یہ تو آپ اُس سے کہئے جسکو اور مثال نہ آتی ہو آپ یہ مثال نہ سنیئے دوسری مثال سنیئے اگر کوئی شخص حسن میں لاثانی ہو جمال میں یوسف ثانی ہو مگر اُسکی ایک آنکھ کانی ہو تو اُسکا یہہ عیب ساری خوبیوں کو خراب کر دیگا باقی اعضا کا حسن اور اُنکی خوبی اُس آنکھ کے

عیب کو خوبی نہ بنا دیگا ایسے ہی اگر کسی دستاویز کسی وثیقہ میں ایک جگہ مخدوش ہو تو باقی
دستاویز اور وثیقہ کی درستی اس ایک مقام مخدوش کو درست اور صحیح نہ بنا دیگی اُس ایک
جگہ کا مخدوش ہونا تمام دستاویز اور تمام وثیقہ کو مخدوش بنا دیگا پھر تماشا ہے کہ مقدمات
دنیوی میں تو ایسی دستاویزیں قابل اعتبار نہیں حالانکہ اہل عقل کے نزدیک متاع
دنیا چنداں قابل اہتمام نہیں اور مقدمۂ دینی میں ایسی دستاویز مخدوش لائق اعتبار
ہو جائے اور اتفاق سے حالت وعظ میں منصف شہر یعنے شاہجہاں پور بھی آگئے تھے
اور مولوی صاحب کے سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے مولوی صاحب نے یہ کہکر منصف
صاحب کی طرف اشارہ کرکے پادری نولس صاحب سے فرمایا کہ اس مقدمہ میں
ہمارے آپ کے حکم منصف صاحب ہی رہے اوروں کے مقدمات اور جھگڑے بھی
یہی فیصل کرتے ہیں ہماری ڈگری بھی یہی کرینگے اور پھر منصف صاحب کی طرف مخاطب
ہو کر یہ فرمایا کیوں منصف صاحب آپ ہی فرمائیں اگر کوئی دستاویز جعلی آپ کے
ہاں آئے اور اُسکا جعل کھلجائے خود مدعی اقرار جعل کرے یا اور کسی طریقہ سے اُسکا جعلی
ہونا ثابت ہو جائے تو قانون سرکاری اُسکی نسبت کیا ہے اور آپ اس مقدمہ میں
کیا فیصلہ فرمائیں گے مگر منصف صاحب نے بطور اعلان کچھ نہ فرمایا تبسم کرتے رہے ہاں
بعض صاحبوں سے سنا کہ منصف صاحب نے یہ فرمایا کہ دعوے ڈسمس دستاویز
مسترد مدعی اور گواہوں کو چودہ چودہ برس کی قید۔ شاید یہ بات منصف صاحب
نے اپنے پاس کے صاحبوں سے فرمائی ہو اور اُس وقت اوروں نے سنی ہو اور بعض کا
یہ مقولہ ہے کہ یہ بات موتی میاں صاحب یا مولوی عبدالحی صاحب نے فرمائی مگر راقم
حروف نے دونوں صاحبوں سے نہیں سُنی پر جس کسی نے کہی انصاف کی بات کہی
ہاں ایک اور بات اپنی سُنی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جس شب کو چاند اپور سے شاہجہاں پور آئے
اُسکی صبح کو راقم حروف مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں حاضر تھا اور واقعۂ

چاندا پور کے متعلق ہی باتیں ہو رہی تھیں جو ایک صاحب اقوام کے مسلمان مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے انداز ملاقات سے یہ معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کے آشنائوں میں سے ہیں اُس ذکر میں ذکر اُنہوں نے یہ بھی کیا کہ منصف صاحب یہ فرماتے تھے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نبوت کے متعلق تقریر بیان کر رہے تھے جو میں بھی اُن کو وعظ میں پہنچ گیا مجکو وہ تقریر نہایت پسند آئی اُسکے بعد اُنہوں نے پادری کو تو ایسا ذلیل کیا کہ غیرت ہو تو مُنہ نہ دکھائے اور میں اُنکو نہیں جانتا تھا اور وہ مجھکو نہیں جانتے تھے خدا جانے اُنہوں نے مجکو کاہیسے پہچان لیا جو بار بار میری طرف مخاطب ہوکر یہ کہتے تھے منصف صاحب آپ ہمارے حکم ہیں آپ اَوروں کے مقدمے فیصل کرتے ہیں ہمارا مقدمہ بھی آپ ہی فیصل کر دیجیے القصہ پادری صاحبوں کو مولوی منصور علی صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کی باتوں کا جواب نہ آیا ادھر وقت مغرب بھی آگیا تھا اسلیئے جلسہ برخاست ہوا مگر اُن دو بار کے بعد جنکا مذکور ہو چکا پادری محی الدین پھر نہ اُٹھے ایک بار کسیقدر آمادہ بھی ہوئے مگر اَور پادری اُنکی طرف گھورنے لگے اور اُنکا گھورنا بجا تھا اُنہیں کی بدولت پادریوں کو یہ ندامت اُٹھانی پڑی اسلیئے بطور ظرافت مولوی منصور علی صاحب نے اُسوقت پادریوں سے یہ کہا دیکھنا پھر اُنکو مت کھڑا کرنا نہیں تو پھر اسیطرح فضیحت کرائینگے رہے ہنود اُنمیں سے کوئی صاحب اس جلسہ میں اول سے آخر تک بولا بھی نہیں خیر وقت غروب آفتاب جلسہ برخاست ہوا اہل اسلام شادان و خرحان اپنی فرودگاہ پر آئے بعد مغرب مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی منصور علی صاحب وغیرہ خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے کسی نے مولوی محمد قاسم صاحب سے یہ کہا کہ بوجہ تنگی وقت اُس اعتراض کا جواب رہ گیا جو پادری محی الدین نے بدستاویز درود شریف رسول اللہ صلعم کی فضیلت پر کیا تھا اگر آپ اُسکا جواب بیان کرتے تو کیا بیان کرتے مولوی صاحب نے کہا پادری محی الدین کا یہ اعتراض رسول اللہ صلعم کی فضیلت پر بوجہ تشبیہ حضرت ابراہیم جو درود شریف میں واقع ہے وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ مشبہ بہ کا افضل ہونا تشبیہات مجازی میں ضروری ہے تشبیہات حقیقی میں ضرور نہیں بلکہ تشبیہات

حقیقی ہیں یہ ضرور ہی کہ مشبہ بہ اور مشبہ وجہ شبہ میں دونوں برابر ہوں کوئی کسی سے کم و زیادہ
نہو ورنہ تشبیہ سراسر غلط ہوگی اور ظاہر ہی کہ درود شریف میں تشبیہ حقیقی ہی تشبیہ مجازی نہیں
ہاں اسوقت یہ شبہ پیدا ہوتا ہی کہ رسول اللہ صلعم کی فضلیت پھر بھی ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ
اگر مشبہ بہ مشبہ سے تشبیہ حقیقی میں افضل نہیں ہوتا تو موافق بیان ہذا دونوں کا مساوی ہونا
لازم آئیگا حضرت رسول اللہ صلعم اور حضرت ابراہیم دونوں ہم پلہ ہوجائینگے ایک دوسرے
سے فضل نہ رہیگا اس شبہ کا اول جواب تو یہ ہی کہ تشبیہ فی النسبت میں نسبت کا مساوی
ہونا ضرور ہی منسوب الیہ اور منسوب کا برابر ہونا ضرور نہیں مثلاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک کے
دو کے ساتھ وہی نسبت ہی جو ایک کروڑ کو دو کروڑ کے ساتھ نسبت ہی تو اس صورت میں نسبت
فیما بین تو بحکم تشبیہ مساوی ہی پر اس نسبت کا منسوب الیہ اُس نسبت کے منسوب الیہ کے ساتھ
اور اس نسبت کا منسوب اُس نسبت کے منسوب کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا یعنے ایک
کو ایک کروڑ کے ساتھ اور دو کو دو کروڑ کے ساتھ کچھ نسبت نہیں علی ہذا القیاس یوں
کہہ سکتے ہیں جیسے روح ویسے فرشتے یعنی اگر اچھی روح ہی تو وقت موت اُسکے لینے کیلئے
رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور اگر بُری روح ہی تو اُسکے لینے کے لئے عذاب کے فرشتے
آتے ہیں ایسے ہی یوں بھی کہہ سکتے ہیں جیسی روح ویسا بدن یعنی اگر روح انسانی ہے
تو بدن انسانی ہوتا ہی اور شکل انسانی ہوتی ہی اور اگر روح خنزیری ہوتی ہی تو جسم و شکل
بھی خنزیری ہی ہوتی ہی مگر سب جانتے ہیں کہ کجا ارواح بنی آدم کجا فرشتے کجا ارواح کجا
اجسام یہ نہیں کہ ارواح بنی آدم اور فرشتے برابر ہوجائیں اور ارواح بنی آدم وغیرہ اور اجسام بنی
آدم وغیرہ برابر ہوجائیں باوجود صحت تشبیہ ان مواقع میں ان اشیاء کا برابر نہونا اسی بات پر
مبنی ہی کہ تشبیہ فی النسبت[۱] ہے نسبت کا برابر ہونا چاہیئے اطراف کا مساوی ہونا

[۱] تشبیہ فی النسبت درود شریف میں یوں بھی متصور ہی کہ بوجہ کمال عبودیت و اخلاق بمقتضائے کرم خداوندی
رسول اللہ صلعم مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام مستحق عنایت اور حقدار کرم ہوں اور تشبیہ کما صلیت سے یہ غرض ہو کہ

ضرور نہیں علیٰ ہذا القیاس یوں کہہ سکتے ہیں جیسا آفتاب ویسی دھوپ جیسا چاند ویسی چاندنی جیسا تخم ویسی ہی شاخ و برگ جیسا درخت ویسا ہی پھل سو اسیطرح درود شریف میں بھی خیال فرمائیے تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ جیسے درویشی اور طریقت کے سلسلے متعدد ہیں ایسی ہی نبوت کے بھی سلسلے متعدد ہیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمعیلؑ اور حضرت رسول اللہ صلعم تو ایک سلسلہ میں ہیں یہ سلسلہ حضرت ابراہیم سے چلا اور حضرت رسول اللہ صلعم پر ختم ہوگیا اور حضرت یعقوبؑ اور اُنکی اولاد حضرت موسےٰؑ ایک سلسلے میں ہیں یہ سلسلہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے چلا اور دور تک چلا گیا مگر سلسلہ اول میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بمنزلہ تخم سمجھئے اور حضرت رسول اللہ صلعم کو بمنزلہ درختِ کامل سمجھیے جسمیں شاخ و برگ پھول پھل سب موجود ہوں علیٰ ہذا القیاس سلسلۂ ثانی میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو مثل تخم اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کو بمنزلۂ درخت کامل خیال فرمائیے اور پھر فرمائیے کہ باوجود امکان صحت تشبیہ تساوی کیونکر لازم آتی ہی اور حضرت رسول اللہ صلعم کی افضلیت کس طرح ہاتھ سے جاتی ہی۔ اور دوسرا جواب یہ ہی کہ اگر فرض کیجے کوئی شخص ایک ماشہ کندن سونا لیکر ہزار من سونا خریدنا چاہے اور ماشہ بھر کندن سونے کو دکھلائے اور یہ کہے ایسا خریدنا منظور ہی تو یہ تشبیہ تو صحیح ہوتی ہی مگر اسکے یہ معنے نہیں ہوتے کہ ماشہ بھر اور ہزار من برابر ہوگئے جتنے ہزار من والے کو عزت اور ثروت حاصل ہی اُتنی ہی ماشہ بھر والے کو بھی ثروت اور عزت حاصل ہی بلکہ یہ مطلب ہوتا ہی کہ اس قسم کا ہو اس نوع کا ہو غرض تشبیہ فی النوع مراد ہوتی ہی اور اس وجہ سے تساوی نوعی ضرور ہی مگر تساوی نوعی کو یہ لازم نہیں کہ مراتب شخصی بھی برابر ہوجائیں جو ہزار من والے کا افضل ہونا اور ماشہ بھر والے کا کمتر ہونا لازم نہ آئے ایسے ہی درود شریف میں صلوات ابراہیمی کو نمونہ سمجھئے اور تشبیہ فی النوع مراد لیجے اور جیسے ہزار من والا ماشہ بھر والے سے افضل ہوتا ہی ایسے ہی رسول اللہ صلعم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سی افضل

سمجھیے اسی اثناء میں منشی پیارے لال صاحب تشریف لے آئے اور مولوی محمد قاسم صاحب سے
یہ فرمانے لگے کہ بعد مغرب پادری اسکاٹ صاحب وغیرہم بھی آپہنچے اور گفتگوئے متعلق
شرائط سنکر یہ فرمانے لگے کہ درس کے لئے ایک گھنٹہ سے کم نہونا چاہیئے اس باب میں
مسلمانوں کی رائے ٹھیک ہے کیونکہ ایک گھنٹہ سے کم میں کوئی کیا بیان کریگا اسلئے پادری نوبلس
صاحب وغیرہ نے مجکو بھیجا ہے کہ آپ جو درس کے لئے ایک گھنٹہ تجویز کرتے تھے اب ہم بھی
وہی تجویز کرتے ہیں اس پر مولوی صاحب نے فرمایا اب ہمکو منظور نہیں ہمنے تین گھنٹہ تک
مغز زنی کی اور بہزار منت پادری صاحب سے عرض کیا کہ کم سے کم ایک گھنٹہ درس کے
لئے رکھئے مگر پادری صاحب نے ایک نہ سنی اب پادری اسکاٹ صاحب نے کہا تو ہم سے کہتے
ہیں کہ اچھا ایک ہی گھنٹہ سہی ہم پادری صاحب کے محکوم نہیں پادری صاحب اس میلے
کے حاکم نہیں کہ جو وہ چاہیں سو ہو اسکے بعد منشی صاحب سے مولوی صاحب نے یہ کہا کہ ہم کو
ایک گھنٹے سے انکار نہیں پر پادری صاحب کو ذرا شرمانا بھی چاہیئے مجکو انکا شرمانا
منظور ہے اول انکو شرما کر پھر اجازت دیجائیگی پھر مولوی صاحب نے منشی صاحب سے کہا کہ
اب شاید پادری صاحب یہ بھی درخواست کریں کہ پادری اسکاٹ صاحب بھی مناظرہ
کرنیوالوں میں داخل کئے جائیں اور وہ جو آج پانچ پانچ آدمی گفتگو کے لئے مقرر ہوئے
تھے اور انکے نام معین ہوگئے تھے وہ شرط بھی ترمیم کی جائے منشی صاحب نے کہا کہ ہاں وہ
اس بات کے بھی خواستگار ہیں اور اسکے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اہل اسلام چاہیں تو
وہ بھی کسی اور کو شامل کرلیں ہر چند یہ بات عین مطابق رائے مولوی صاحب کے تھی کیونکہ
مولوی محمد علی صاحب بھی بعد مغرب ہی تشریف لائے تھے - اور بوجہ کمال علمی
مولوی صاحب موصوف مولوی محمد قاسم صاحب اور تمام مناظرین اہل اسلام کو یہ
آرزو تھی کہ انکا نام بھی مناظرین میں داخل کیا جائے بلکہ بلحاظ تشریف آوری منشی اندرمن
انکا مناظرین میں داخل ہونا ضرور تھا بلکہ خاص اسلئے انکو تکلیف دی گئی تھی مگر تاہم بغرض

مکافات درشتی پادری صاحب والزام حجت اُسوقت بظاہر مولوی صاحب نے یہی فرمایا کہ بعد تقرر شرائط تغیر و تبدیل ممکن نہیں جو ہو چکا سو ہو چکا اور پھر یہ فرمایا کہ منشی صاحب مجھ کو کسی بات پر خواہ مخواہ اڑ نہیں مگر ہاں پادری صاحب کی اس کج رائی پر کہ ہم منتیں کریں ورنہ تسلیم نکریں بالفعل ہماری طرف سے یہی جواب ہی کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا آپ اُنکو سنادیں باقی جو کچھ ہو گا وقت پر دیکھا جائیگا پھر منشی صاحب کیطرف مخاطب ہو کر کہا منشی صاحب آپنے دیکھا پادری صاحب نے کیسے کیسے حیلے بہانے کئے اور کس کس طرح اہل اسلام کو اظہار مطالب و اثبات مدعا سے مجبور کرتے ہیں کہیں کہتے ہیں دو روز سے زیادہ مباحثہ نہو کبھی فرماتے ہیں چار منٹ حد نہایت بیس منٹ سے زیادہ درس کے لئے وقت نہ دیا جائے کوئی پادری صاحب سے پوچھے کہ پہلے سے کون اپنے مطالب کو ناپ تول کر لاتا ہی جو وقت قلیل محدود الطرفین میں بیان کرے اور مذہبی مباحث چار پانچ منٹ یا دس بیس منٹ میں کوئی کیونکر پورا کر سکتا ہی بلکہ مولوی صاحب نے بعض مواقع میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جسکے مذہب میں ایک دو فضیلت ہو وہ دو چار منٹ میں بیان کر سکتا ہی پر جسکے مذہب میں ہزاروں فضائل ہوں وہ اتنے تھوڑے عرصہ میں کس طرح بیان کر سکتا ہی منشی صاحب نے مولوی صاحب کے اس فرمانے پر فرمایا واقعی اتنا ہمکو بھی معلوم ہوتا ہی کہ پادری صاحب آپ سے گھبراتے ہیں اور اُن میں آپ کے مقابلہ کی طاقت معلوم نہیں ہوتی پھر مولوی صاحب نے فرمایا منشی صاحب ہمکو آپ سے یہ بڑی شکایت ہی کہ ہم اور پادری صاحب دونوں آپ کے بلائے ہوئے دونوں آپ کے مہمان ہیں آپ کو لازم تھا دونوں کو برابر سمجھتے مگر جب آپ ڈھلتے ہیں اُنھیں کی طرف ڈھلتے ہیں جب تائید کرتے ہیں اُنہیں کی کرتے ہیں اُنہیں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں منشی صاحب نے فرمایا ہم تو سبھی کے خادم ہیں۔ پر اتنا فرق ہی کہ پادری صاحبوں سے ناخوشی کا اندیشہ ہی ڈرتا ہوں کہیں ناخوش ہو کر

لہ مطلب یہ تھا کہ دربارۂ شرائط مناظرہ آپ نے اُنھیں کی سی کہی حالانکہ بذریعہ تحریر بواسطۂ موتی میاں صاحب مولوی صاحب کی درخواستیں دربارۂ شرائط منشی صاحب نے پیشتر منظور کر لیں تھیں ۱۲ منہ

چلنے نہ جائیں اور آپ کے اخلاق سے اس بات کا اندیشہ نہیں علاوہ بریں آپ تو سب کی
مان لیتے ہیں اور پادری صاحب کسی کی نہیں ملنتے خیر منشی صاحب تو چلے گئے اور
مولوی محمد قاسم صاحب اسی پس و پیش میں مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں موتی میاں
صاحب کے خیمہ میں تشریف لیگئے باتوں باتوں میں موتی میاں صاحب مولوی محمد قاسم صاحب
سے فرمانے لگے پنڈت دیانند سرستی اور منشی اندرمن آپ کے اور مولوی منصور علی صاحب
کی بہت تعریف کرتے تھے اور آپ دونوں صاحبوں کی تقریر اور علم کے بہت مدّاح تھے - بعد
اُسکے موتی میاں صاحب نے مہمان نوازی کو کام فرمایا خاطر و تواضع سے سب کو مکلف کھانا
کھلایا نماز عشا سے فارغ ہوکر ہر ایک کو سونے کی سوجھی مگر علاوہ ساکنان شاہجہان پور و
نواح شاہجہان پور - دیوبند - میرٹھ - دلّی - خورجہ - سنبھل - مراد آباد - رامپور - بریلی -
تلہر تک سے بعض بعض شایق تشریف لائے تھے اور سب ملکر ایک مجمع کثیر ہوگیا تھا اسلیئے وہ خیمہ
جو موتی میاں صاحب نے خاص باہر کے مہمانوں کے لئے حسب استدعا مولوی محمد قاسم صاحب
کے نصب کرادیا تھا کافی نظر نہ آیا اور ادھر موسم کی یہ کیفیت کہ شب کو کسی دن کم کسی
دن زیادہ سردی ہوا کرتی تھی - اُس روز اتفاق سے زیادہ سردی تھی پھر اُس پہ
جنگل کی ہوا دریا کا کنارہ شب کا وقت اور درختوں کی آڑ اور خیمہ کے سایہ کے سوا
اور کوئی بچاؤ نہ تھا سردی کو گیا سمجھ کر سامان سرمائی اکثر صاحب ساتھ نہ لائے تھے
مولوی محمد قاسم صاحب کو اَوروں کا فکر ہوا موتی میاں صاحب کی خدمت میں جاکر
یہ سب ماجرا بیان کیا اور یہ کہا کہ آپ کے مہمان بکثرت ہیں وہ خیمہ جو آپ نے مہمانوں
کے لئے کھڑا کرایا تھا کافی نہوا اب بجز اسکے چارہ نہیں کہ آپ اجازت دیں جن صاحبوں کو
جائے نہ ملے وہ آپ کے خیمہ میں آرام کریں مگر موتی میاں صاحب کے اخلاق کریمانہ اور
مہمان نوازی کی کیا تعریف کیجیے سنتے ہی بکمال اخلاق یہ فرمایا مولوی صاحب یہ بات آج
آپ کے پوچھنے کی نہیں آج تو میں آپ سے پوچھوں تو بجا ہے کہ میں کہاں سوؤں ؟

مگر اتنی مہلت دیجئے کہ جو صاحب باقی ہیں وہ کھانا کھالیں۔ القصّہ کچھ یہاں کچھ وہاں جہاں کسیکو جگہ ملی سر رکھکر پڑ گیا صبح ہوتے ہی پھر وہی ذکر و فکر تھا جو اتنے میں ساڑھے سات بج گئے۔

کیفیت جلسۂ روز دوم

ساڑھے سات بجتے ہی گفتگو کرنے والے اور سننے والے سب میدان مناظرہ میں اکٹھے ہوئے اہلِ اسلام بھی بسم اللہ کر کے پہنچے جب سب اپنی اپنی ٹھکانے پر بیٹھ گئے تو اُسوقت پادری نولس صاحب وغیرہ نے مولوی محمد قاسم صاحب سے اس بات کی درخواست کی کہ وقت وعظ بڑھا دیا جاوے اور آج ہماری طرف سے پادری اسکاٹ صاحب درس دینگے مولوی صاحب نے فرمایا کل ہم بہ ہزار منت آپ سے اس بات کے خواستگار رہے کہ کم سے کم درس کے لئے ایک گھنٹہ عنایت کیجے ہماری التماس اور عجز و نیاز پر تو آپ نے نظر نہ فرمائی آج اگر کسی کے کہنے سننے سے اپنا نفع نظر آیا تو آپ ہم سے اسی بات کے خواستگار ہوتے ہیں جسکا ہم سے انکار کر چکے ہیں جو ہو چکا سو ہو چکا اب کیا ہوتا ہے نہ وقت مقرر میں تبدیل ہو سکتی ہے نہ پادری اسکاٹ صاحب کو درس کی اجازت ہو سکتی ہے یہ بات وقت تجویز شرائط کے ساتھ گئی اب کچھ نہیں ہو سکتا ورنہ اسکے یہ معنی ہوئی کہ ہم باوجودیکہ رکن مباحثہ ہیں مباحثہ کے حساب سے کالعدم ہیں جو کچھ ہوئے آپ ہی ہوئے اسپر پادری نولس صاحب نے فرمایا آپ پادری اسکاٹ صاحب سے ڈرتے ہیں مولوی صاحب نے فرمایا مَیں تو خدا کی عنایت سے پادری اسکاٹ صاحب کے استاد ہوں تو اُنسے بھی نہ ڈروں بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ تمام پادری بھی اکٹھے ہو جائیں تو نہیں ڈرتا مجھ کو فقط یہ جتلانا تھا کہ بات کو مقرر کر کرا کر کون قائم رہتا ہے اور کون پھر جاتا ہے ہمارا تو یہ قول ہے کہ گھنٹہ ڈیرھ گھنٹہ دو گھنٹے جسقدر چاہیں آپ درس کے لئے وقت مقرر کریں جس کو چاہیں درس کے لئے تجویز کریں ہم ہر طرح سے موجود ہیں پر آپ کی طرف سے پادری اسکاٹ صاحب داخل مناظرین کئے جاتے ہیں تو ہم جناب مولوی محمد علی صاحب کو شامل کرینگے۔ مگر ایسا

یاد پڑتا ہی کہ گفتگو ہو ہوا کر تینوں فریق کی رضا سے یہ بات مقرر ہوئی کہ آدھا گھنٹہ درس کے لئے رہے اور دس دس منٹ اعتراض وجواب کے لئے دیئے جائیں اسی اثنار میں یہ جھگڑا بھی ہو نا رہا کہ اول کون کھڑا ہو مولوی محمد قاسم صاحب نے چند بار فرمایا کہ اگر اور صاحب اول کھڑے ہونیسے گھبراتے ہیں تو مجھ کو اجازت ہو میں سب میں اول کھڑا ہوتا ہوں جب یہ مرحلہ طے ہو چکا تو پادری صاحبوں نے اور پلٹی کھائی کیا فرماتے ہیں اُن سوالات میں سے جو منشی پیارے لال کی طرف سے پیش ہوئے اول سوال چہارم میں گفتگو ہونی چاہیے مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا اگر لحاظ اثبات وتحقیق مذہب ہے تو جیسا ہم کل عرض کرتے تھے اول ذات باری میں گفتگو ہو کہ ہی یا نہیں اور ہی تو ایک ہی یا متعدد پھر صفات باری میں گفتگو ہو کہ صفات مخصوصہ ذاتِ خالق کیا کیا ہیں اور کون کونسے صفات اُسمیں پائے جاتے ہیں کونسے نہیں پائے جاتے پھر تجلیات جناب باری میں گفتگو ہو یعنی جیسے آئینہ وغیرہ میں آفتاب وغیرہ کی جلوہ افروزی ہوتی ہی خدا کی جلوہ افروزی کس کس چیز میں اور کہاں کہاں ممکن ہی اُسکے بعد نبوت میں گفتگو ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ضرورت ہی کہ نہیں اور کون ہی کون نہیں اُسکے بعد احکام میں مباحثہ ہو کہ کونسا حکم اصول مذکورہ پر منطبق ہو سکتا ہی اور کونسا حکم منطبق نہیں ہو سکتا اور کونسا حکم قابلِ تسلیم ہی کونسا نہیں اگرچہ برسے انصاف بعد ثبوت نبوت شخص معین وصحت روایت عقل نارسا سے احکام کی بھلائی بُرائی کی تفتیش امر لاطائل بلکہ نازیبا ہی کیونکہ عقل سے یہ کام ہو سکتا تو انبیار علیہم السلام کی ضرورت ہی کیا تھی اور نبی کا کہنا واجب التسلیم ہوگا تو پھر جو کچھ وہ فرمائیں برسر وچشم بہرحال اگر اثبات وتحقیق مذہب پر نظر ہی تو ترتیب عقلی یہ ہی جو ہم نے کل عرض کی اور اگر اثباتِ مذہب سی کچھ بحث نہیں منشی پیارے لال صاحب ہی کے فرمانے کا اتباع ہی تو جو ترتیب اُنکی تجویز کی ہوئی ہی اُسکے موافق کام کیا جائے باایں ہمہ ہم اسپر بھی راضی ہیں اگر پنڈت صاحب وغیرہ مناظران ہنود راضی ہو جائیں غرض اہل اسلام کی طرف سے کسی امر میں یہ اصرار نہیں

ہوا کہ یوں ہو یوں نہ ہو مگر ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرف سے دربارۂ سوالات اور
تعیین اوقات البتہ اصرار رہا ہندوؤں نے جو سوالات مذکورہ کی نسبت اصرار کیا اور
درس کے وقت کے بڑھانے پر راضی نہوئے تو اُسکی یہ وجہ تھی کہ حسب بیان بعض معتبرین
سوالاتِ مذکورہ پنڈت دیانند کے تجویز کئے ہوئے تھے گو بظاہر سائل منشی پیارے لال
تھے چنانچہ سوالات خود کہے دیتے ہیں کہ کس نے تجویز کئے اور ظاہر ہے کہ جو شخص خود سوالات
تجویز کریگا اور وہ بھی اسطور پر کہ ایک ہفتہ پہلے سے اسی کام کے لئے آیا ہوا ہو اُسکو اُن سوالات
کے جواب میں کچھ دقت نہیں ہوتی ہاں جو شخص پہلے سے بے خبر ہو اس قسم کا سامان کتب
اُسکے ساتھ نہو اُسکی دشواری دیکھنی چاہیے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اُنکو افزایش
وقت سے اول اول انکار رہا یہ سمجھا ہوگا ہم تو سمجھے سمجھائے ہوئے ہیں جو کچھ ہوگا جھٹ پٹ
بیان کر دینگے پر جو شخص پہلے سے بیخبر ہو وہ اگر کچھ بیان بھی کرتا ہی تو بدقت اور بدیر بیان
کرتا ہی بایں ہمہ عجب نہیں پنڈت صاحب کو یہ بھی خیال ہو کہ پادری لوگ تو فلسفہ اور الٰہیات
سے بے خبر ہی ہوتے ہیں رہے اہل اسلام اُنھیں اگرچہ ان علوم کو ایسا جانتے ہیں کہ عالم میں
اباد رکوئی نہیں جانتا مگر جو صاحب پادریوں کے مباحثہ کا شغل رکھتے ہیں وہ صاحب اکثر ان
علوم سے بے بہرہ ہوتے ہیں وہی صاحب تشریف لائے ہونگے ان سوالات کے جوابوں میں
خواہ مخواہ رہجائیں گے ہاں اور قسم کے سوالات پیش کئے گئے تو پھر اہل اسلام سے بازی
جیتنی البتہ امر محال ہی علاوہ بریں جلسۂ سال گزشتہ میں اہلِ اسلام کی تڑاق پڑاق کی گفتگو
کے افسانے سُنے ہوئے تھے اسلئے یہ چال چلنی مناسب سمجھے اور پادری نولس صاحب
وغیرہ جو اُن سوالوں پر اڑے ہوئے تھے تو اُسکی دو وجہ معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ مولوی
محمد قاسم صاحب نے جو روز اول دربارۂ تغیر سوالات بطور مشارٌالیہ بہت کچھ کہا سُنا
تو وہ بھی مثل پنڈت صاحب شاید یہ سمجھے کہ ان سوالوں کے جواب میں یہ لوگ عاری
ہیں انہیں سوالات میں گفتگو ہو تو بہتر ہے ہمکو جواب آئے کہ نہ آئے پر کسی طرح سینہ سے

سال گزشتہ کا داغ جاوے پار سال کا اہلِ اسلام کا غلبہ کسی طرح خاک میں ملجائے گو ہم بھی
لاجواب رہیں مگر اس مجمع میں ہمکو کوئی کہے گا تو بعد ہی میں کہیگا اول بدنام ہونگے تو اہل
اسلام ہی ہونگے ؎ شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتے ۔ گو مشتِ خاک ما ہم برباد رفتہ باشد
یہ نہ سمجھے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کا التماس خدا جانے کس غرض سے ہی دوسرے اُسوقت تک
اُنکو یہ بھی بھروسہ تھا کہ پادری اسکاٹ صاحب علم معقول میں یکتا ہیں رسالۂ منطق کی
تصنیف پر سرکار سے پانسو روپیہ انعام پاچکے ہیں شام تک وہ آجائیں گے آج جوں توں
دن کو ٹلاؤ چنانچہ یہی ہوا کہ روز اول اصرار اور انکار ہی میں وقت جلسہ گذر گیا اور گفتگو نہ
ہونے پائی مگر شام کو پادری اسکاٹ صاحب تشریف لائے تو سوالات کو سنکر گھبرائے اسلئے
اس بات کے مستدعی ہوئے کہ سوال چہارم میں اول گفتگو ہو اور دربارۂ وقت درس اگرچہ
پادری نولس صاحب نے غالباً بلحاظ وسعت تقریر مناظران اہل اسلام جو سال گزشتہ میں دیکھ چکے
تھے بہت کچھ تنگی کرنی چاہی چار منٹ سے بدشواری بیس منٹ پر آئے اور باوجودیکہ اُن کو یہ
یاد دلایا گیا کہ سال گزشتہ میں آپ باوجود اصرار اہلِ اسلام پندرہ منٹ سے زیادہ نہ بڑھے
اور پھر خود اپنے درس کے وقت آپکو مولوی محمد قاسم صاحب سے پندرہ منٹ کے بعد اَور
پندرہ منٹ کی اجازت لینی پڑی اس تجربہ کے بعد بھی آپ وہی کہے جاتے ہیں اُنھوں نے
ایک نہ مانی لیکن پادری اسکاٹ صاحب کو اپنے دن بھی نظر آئے اسلئے باوجود تقرر شرائط
شرط وقت میں ترمیم کی تدبیر کے درپے ہوئے کمی سے زیادتی کی طرف آئے مگر اہل اسلام
کی طرف سے روز اول تو دربارۂ شرائط کچھ تکرار رہا اور سوالات میں اسلئے کہ مطلب اصلی یعنی
تحقیق مذہب ہاتھ آئے حاضران جلسہ جو اکثر اسی اُمید میں آئے ہیں محروم نہ جائیں علاوہ بریں
اس قسم کی باتیں چونکہ اکثر کانوں میں پڑتی رہتی ہیں ہر کوئی سمجھ سکتا ہی جو باتیں کبھی سُنی
بھی نہیں اُنکو کون سمجھے گا اور یہ بھی احتمال ہی کہ اسطور سے دوسروں کی نسبت اپنی
درماندگی اور عجز کا ابہام منظور ہو تاکہ اس بناء پر حریف تو مغرور ہو جائے اور حاضران جلسہ کو

اُن سے کچھ امید نرہی پھر اُسکے بعد حریف کو پچھاڑا تو زیادہ لطف ہوگا اور سب کو یاد رہیگا
مگر آخر کار بایں خیال کہ مبادا حاضرانِ جلسہ کو گریز کا وہم ہو اور پادری لوگ اور پنڈت
لوگ یہ کہتے پھریں کہ اہلِ اسلام گریز کر گئے مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ فرمایا کہ ہم ہر طرح سے
آمادہ ہیں پنڈت صاحب کو راضی کر لیجے مگر پنڈت صاحب راضی نہوئے آخر کار منشی
پیارے لال کی رائے پر منحصر رکھا گیا مگر اُنھوں نے بھی اُس وقت پنڈت جی ہی کی سی کہی
یہ کہا کہ میری رائے میں بھی یہی ہے کہ گفتگو ہو تو حسب ترتیب سوالات ہو اسلئے پادری صاحب کو
مجبور ہونا پڑا اور یہ کہا کہ پیش کل بعد شام آیا تھا عیسائی بھائیوں نے مجھ سے یہ کہا کہ کل تم کو سوال
چہارم کا درس دینا پڑیگا میں نے اُسی سوال کو دیکھ بھال سوچ سمجھ رکھا تھا مگر جب آپ صاحب نہیں مانتے
تو مجبوری ہیں اُسی سوال کا درس دیتا ہوں جو اُن سوالات میں اول ہے وہ سوال یہ تھا۔ خدا نے دنیا
کو کب پیدا کیا اور کاہے سے پیدا کیا اور کیوں پیدا کیا غرض اس سوال کے جواب دینے کے لئے پادری
اسکاٹ صاحب اُس چوکی پر تشریف لائے جو گفتگو کرنیوالوں کے لئے بیچ میں بچھائی گئی تھی اور یہ فرمایا
سائل جو یہ پوچھتا ہے کہ خدا نے دنیا کو کاہے سے پیدا کیا اس کا جواب تو یہ ہے کہ نیستی سے پیدا کیا اپنی قدرت
سے پیدا کیا۔ اپنے ارادے سے پیدا کیا۔ اور یہ جو وہ پوچھتا ہے کہ کب پیدا کیا یہ بات قابل سوال نہیں
اس سے بندہ کو کیا مطلب ہے کہ کب پیدا کیا جو اُسکی تحقیق کیجے غرض مباحثہ مذہبی سے اسکو کچھ
تعلق نہیں اور نہ کتب مذہب کی رو سے اسکا ثبوت ہو سکتا ہے البتہ مؤرخین اسمیں کچھ لکھتے ہیں
سو اُن کے اقوال خود مختلف ہیں مگر اتنی بات یقینی ہے کہ عالم کے وجود کے لئے ایک ابتدا ہی رہی یہ بات
کہ کیوں پیدا کیا اسکا جواب یہ ہے کہ اُسکا خوشی جو اُسکے جی میں آیا اُس نے کیا عالم کے بنانے میں اُسکا کچھ
نفع نہیں اگر ہوگا تو کسی اور ہی کا نفع ہوگا خلاصۂ جواب پادری صاحب تو اتنا ہی ہے اگرچہ الفاظ
اتنے کچھ تھے کہ ایک وقت وسیع پادری صاحب نے اُنکے بیان میں صرف کیا خیر پادری صاحب تو فارغ ہو کر
کرسی پر بیٹھے اور مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوگئے اور یہ فرمایا کہ پادری صاحب مطلب سوال ہی
نہیں سمجھے سائل کا یہ مطلب نہیں کہ موجود ہونے سے پہلے معدوم تھا یا نہ تھا یا خدا نے

جو عالم کو پیدا کیا تو اُسکے بنانے میں قدرت سے یا کسی اَور آلہ سے کام لیا اگر یہ مطلب ہوتا
تو البتہ پادری صاحب کا یہ جواب مطابق سوال ہوتا سائل کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے
کہ مادہ[1] عالم کیا ہے خداوند عالم نے عالم کو کس مادہ اور کس اصل سے بنایا یہ کہکر
منشی پیارے لال اور لالہ مکتا پرشاد وغیرہم کی طرف متوجہ ہوکر استفسار مطلب سوال
کا ارادہ کیا ہی تھا جو لالہ مکتا[2] پرشاد نے کہا کہ ہاں صاحب یہی مطلب ہے جو آپ نے بیان
کیا اسکے بعد مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب پادری صاحب مطلب سائل ہی نہیں
سمجھے تو اُنکا جواب سراسر لغو ہوگیا سوال از آسمان جواب از ریسمان اسی کو کہتے ہیں ۔
ہاں جواب سوال ہم بیان کرتے ہیں حاضران جلسہ متوجہ ہوکر سنیں عالم کو خداوند عالم سے
ایسی نسبت سمجھئے جیسے دھوپ کو آفتاب سے نظر آتی ہے جیسے آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اُسکے
نور سے عالم منور ہوجاتا ہے اور غروب ہوتا ہے تو اُسکا نور اُسکے ساتھ چلا جاتا ہی اور روے
زمین و آسمان تیرہ و تاریک رہجاتے ہیں ایسے ہی ارادہ ایجاد خداوندی سے مخلوقات
موجود ہوجاتے ہیں ۔ اُسکے ارادۂ فنا سے مخلوقات فنا اور معدوم ہوجاتے ہیں جیسے
دھوپوں کا مادہ وہ نور آفتاب ہے جو اُس سے لیکر دور دور تک پھیلا ہوا ہے
اور تمام زمیں و آسمان کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہی ایسے ہی تمام مخلوقات کی
ہستی کا مادہ خدا کا وہ وجود ہے جو تمام کائنات کو محیط ہے اور سب کو اپنے اندر لئے
ہوئے ہے جیسے دھوپوں کی روشنی کی اصل آفتاب کا نور مذکور ہے اور دھوپوں کے
اشکال مختلفہ مربع مثلث منحرف دائرہ وغیرہ موافق تقطیعات صحن و روشندان وغیرہ

[1] مخلوقات کا قبل پیدائش معدوم ہونا ایسا نہیں جو کوئی نہجانتا ہو جو نوبت سوال آئی علی ہذا القیاس خالق کا صاحب اختیار اور صاحب قدرت ہونا بھی بدیہی ہی یہ بھی لائق استفسار نہیں البتہ مادہ عالم ایسی چیز ہی کہ اُسکی حقیقت ہر کسیکو معلوم نہیں اسلئے مولوی صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ مطلب سائل وہ نہیں جو پادری صاحب سمجھے بلکہ مطلب سائل اور ہی کچھ ہی ۱۲ منہ [2] کہنے کو تو منشی پیارے لال میلے کے باب میں زیادہ مشہور تھے مگر دیکھنے بھالنے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ لالہ مکتا پرشاد بھی شریک اہتمام ہیں ۱۲ منہ

اُسپر عارض ہوجاتے ہیں ایسے ہی مخلوقات کی ہستی اور وجود کی اصل تو خدا کا وجود مذکور ہی پر اشکالِ مختلفہ مخلوقات جنکے وسیلہ سے ایک کو دوسرے سے تمیز کرسکتے ہیں موافق علم خداوندی اُسپر عارض ہوجاتی ہیں غرض جیسے کشتی اور کشتی میں بیٹھنے والوں کی حرکت تو ایک ہوتی ہی پر کشتی اور کشتی میں بیٹھنے والے باہم مغائر ہوتے ہیں کشتی اَور ہے اور کشتی نشین اَور پھر مَیں اَور ہوں اور تم اَور ایسے ہی خداوند عالم اور عالم کا وجود تو واحد ہے پر خدا اَور ہے اور عالم اَور ہے میں اَور ہوں اور تم اَور ہو غرض جیسے نور مذکور اور حرکت مذکور دونوں طرف منسوب ہی آفتاب و کشتی کی طرف انتساب صدور اور انتساب اوّلی اور ذاتی اور حقیقی ہی اور زمین اور کشتی نشین کی طرف انتساب وقوع اور انتساب ثانوی اور عرضی اور مجازی ہی ایسے ہی وجود واحد دونو طرف منسوب ہے خدا کی طرف تو نسبت صدور اور ذاتیت اور حقیقیت اور اولیت ہی اور عالم کی طرف نسبت وقوع اور عرضیت اور مجازیت اور ثانویت ہے جیسے دھوپوں کی شکلیں مربع ہوں یا مدوّر مثل نور آفتاب کی طرف سے صادر ہوکر اور اُسمیں سے نکلکر نہیں آتیں اور اسلئے مثل نور اُسکی عطا اور اُسکا فیض اور اُسکی صفت نہیں بلکہ یوں کہتے ہیں کہ آفتاب کے سبب پیدا ہوگئی ہیں آفتاب طلوع نہوتا تو یہ شکلیں پیدا نہوتیں ایسے ہی حقائق مخلوقات یعنی اُنکی اشکال ممیزہ خواہ ظاہرہ ہوں جیسے حقایق اجسام یا باطنہ جیسے حقائق ارواح مثل وجود خدا کی ذات سے صادر ہوکر اور اُس سے نکلکر نہیں آئیں جو اُنکو فیض خداوند عالم اور عطاء خداوند عالم اور صفت خداوند عالم کہیئے بلکہ خداوند عالم کی ذات کے بدولت یہ تمام حقائق پیدا ہوگئے ہیں اگر وہ ارادۂ ایجاد نکرتا تو یہ کارخانہ پردۂ عدم سے جلوہ گاہ وجود میں نہ آتا اس صورت میں حقائق کی بھلائی بُرائی خالق کی بھلائی بُرائی کا باعث نہوگی وہ اشکال ہی بھلی بُری کہلائیں گی اسکی ایسی مثال ہے جیسے صفحہ کاغذ دفتر میں پر کوئی خوشنویس بھلے اور بُرے حرف لکھدے ظاہر ہی کہ وہ حرف ہی بھلے یا بُرے

معلوم ہونگے کاتب اور خوشنویس اُنکے سبب بھلا یا بُرا معلوم ہوگا ایسے ہی حقائق ممکنہ کے
بھلائی یا بُرائی خدا کی بھلائی یا بُرائی کا باعث ہونگی وہ بھلائی اور بُرائی اُن حقائق تک ہی
رہیگی بالجملہ حقائق ممکنہ خدا سے بھی مغایر اور باہم بھی مغایر البتہ مادہ حقائق مذکورہ وہ
وجود مشترک ہی جسکو خدا کی ذات سے وہ نسبت ہے جو آفتاب کی شعاعوں کو اُسکی ذات
سے نسبت ہوتی ہی مخلوقات اپنے وجود میں اُسکی ایسی ہی محتاج ہیں جیسی دھوپ میں اپنے
وجود میں شعاعوں کی محتاج ہیں یا سرارت آب گرم اپنے وجود میں حرارت آتش کی
محتاج ہی چنانچہ مخلوقات کے وجود کی ناپائداری اور آمد و شد ہی اسبات پر دلالت کرتی
ہی کہ اُنکا وجود خانہ زاد نہیں مستعار ہے کسی ایسے کا فیض ہی جسکا وجود اُسکا خانہ زاد اور
اُسکی ذات کے ساتھ مثل حرارتِ آتش و نور آفتاب لازم و ملازم رہتا ہے رہی یہ بات
کہ خدا نے دنیا کو کب پیدا کیا اسکے جواب میں ہم بھی پادری صاحب ہی کے ہمصفیر
ہیں واقعی یہ بات از روے مذہب قابل استفسار نہیں اگر قابل استفسار ہے تو یہ بات
ہے کہ کیوں بنایا۔ روٹی کی نسبت یہ بات پوچھنا کہ کب پکی اور کب پکائی ایک امر لغو ہے
قابلِ استفسار ہی تو یہ بات ہی کہ روٹی کاہے کے لئے پکائی جاتی ہی سو غرض پیدایشِ
عالم جو سوال اول کی تیسری شق ہے البتہ قابلِ استفسار اور لائق جواب ہے اسلئے ہم
بھی عرض کرتے ہیں مگر اول یہ عرض کرتے ہیں کہ پادری صاحب کا بہ نسبت غرض
پیدایش یہ کہنا کہ اُسکا خوشی یعنی خدا کی خوشی میں آیا عالم کو بنا دیا ایسی بات ہی کہ جسکو
بعد تنقیح مطلب پادری صاحب کوئی عاقل تسلیم نہیں کرسکتا اسکا حاصل تو یہ ہوا کہ عالم کے
پیدا کرنے میں کوئی غرض اور حکمت نہیں یوں ہی جو خوشی میں آیا کر لیا اگر یہ ہے تو یوں
کہو پادری صاحب نے خدا کے افعال کو بچوں کے افعال کے برابر کر دیا یہ شان بچوں
کی ہوتی ہی کہ جو جی میں آیا کر لیا جی چاہا بیٹھ گئے جی چاہا کھڑے ہوگئے جی چاہا
کودنے لگے جی چاہا تھم گئے کھانے کو جی چاہا کھا لیا سونے کو جی چاہا سو رہے خدا کیا

اور یہ بات کہاں اُسکے افعال میں بھی حکمت نہو تو اور کس کے افعال میں حکمت اور مصلحت ہوگی اُسکے بندوں میں تو یہ صفت ہو کہ جو کریں اُسکے لیے کوئی نتیجہ سوچ لیں کوئی حکمت اور مصلحت خیال میں بٹھالیں خداوند عالم میں یہ عمدہ بات کیونکر نہو گی مگر ہاں یہ مسلم کہ مطالب مقصودہ دو طرح کے ہوتے ہیں کبھی تو یوں ہوتا ہی کہ کرنے والا نتیجہ افعال اور مقاصد اعمال کا محتاج ہو جیسے بیمار طبیب سے نسخہ لکھوانے جاتا ہی تو اُسکو اُسکی حاجت ہوتی ہی اور کبھی یوں ہوتا ہی کہ افعال کا کرنیوالا اُنکے نتیجہ کا محتاج نہو بلکہ کوئی دوسرا محتاج ہو اور اُسکی کارروائی مقصود ہو مثلاً اگر طبیب نسخہ لکھتا ہی تو بحیثیت طب طبیب کو اُسکی حاجت نہیں ہوتی بلکہ دوسروں کی حاجت روائی مطلوب ہوتی ہے ایسے ہی خداوند عالم کو عالم کی پیدایش سے اُس قسم کا مطلب تو ہرگز مرکوز خاطر نہیں جس کی نسبت اُسکا محتاج ہونا لازم آئے کیونکہ محتاج ہوگا تو خدا ہی کیا ہوگا بلکہ خدائی کو یہ لازم ہی کہ تمام موجودات اپنے وجود میں اُسکے محتاج ہوں چنانچہ ہم کل ثابت کرچکے ہیں کہ اُسکے افعال میں حکمت ہوگی تو دوسری ہی قسم کی ہوگی چنانچہ عالم کے پیدا کرنیکے معنے بھی یہی ہیں کہ وجود اور لوازم وجود سے اُسکو سرفراز فرمایا ہاں البتہ اُن افعال میں جنہیں دوسری قسم کی حکمت ہو خاص اپنی ذات کے لئے بجز اعزاز و تعظیم اور کچھ مقصود نہیں ہوتا ہوتا ہی تو یہی ہوتا ہی بلکہ ضرور ہوتا ہی اسلئے یہ داد و دہش وجود و صفات وجود بھی جو خلاصۂ ایجاد ہی کسی نہ کسی غرض کے لئے ہوگی وہ غرض کیا ہے عبادت و بندگی اور عجز و نیاز ہے جو اصل مطلوب خدا ہونا چاہیے یعنے اور جس صفت کو دیکھئے خدا کی درگاہ میں اول موجود ہی اور کوئی عالم ہی تو وہ علیم ہی اور کوئی قادر ہے تو وہ قدیر ہی اُسی کے علم و قدرت کا پرتوہ ہی جو مخلوقات میں علم و قدرت نمایاں ہیں یعنے جیسے آئینہ میں عکس آفتاب اور پرتوۂ آفتاب نظر آتا ہی درحقیقت آئینہ میں کوئی نور نہیں ہوتا ایسے ہی مخلوقات میں بھی عکس و پرتوۂ خداوندی ہی درحقیقت ممکنات

ہیں نہ علم ہے نہ قدرت اسلئے اس قسم کی صفات تو مطلوب نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ صفات
تو خود اُسی کے دیے ہوئے ہیں مطلوب وہ چیز ہوگی جو اُسکے پاس نہو گی ایسی چیز بجز عبادت
و عجز و نیاز اور کیا ہوسکتی ہی یہی ایک ایسی چیز ہی جو خدا کے پاس نہیں خدا کی درگاہ
ہیں اُسکا پتا نہیں مگر سارے عالم کا اس غرض سے مخلوق ہونا اس طرح پر ہے کہ سارا
عالم انسان کے لئے ہی اور انسان اس کام کے لئے ہی اسوقت باقی عالم اور انسان
کی ایسی مثال ہوگی جیسے کہا کرتے ہیں گھاس دانہ گھوڑے کے لیے اور گھوڑا سواری
کے لئے مگر ظاہر ہی کہ اسوقت میں گھاس دانہ سے مطلب بھی وہی سواری ہوگی +
علی ہذا القیاس روٹی کھانے کے لئے ہوتی ہے اور لکڑی اُپلے روٹی کے لئے ہوتے ہیں
مگر سب جانتے ہیں کہ اُسوقت لکڑیاں اور اُپلے بھی کھانے کے لئے مطلوب ہونگے اسلئے
لکڑی اُپلے وغیرہ سب کے دام لگا کر کہا کرتے ہیں کہ کھانے میں اتنا صرف ہوا الغرض جو
چیز کسی چیز کا ساماں ہو وہ چیز اُسی حساب میں اور اُسی مد میں لکھی جاتی ہے اور اُسی
ذیل میں شمار کی جاتی ہی مگر زمین سے آسمان تک جس چیز پر نظر پڑتی ہے انسان کے
کار آمد نظر آتی ہی پر انسان ان چیزوں میں سے کسی کے کام کا نہیں اعتبار نہ ہو دیکھ لیجے
زمین اگر نہوتی تو کاہے پر رہتی اور کاہے پر بیٹھتے کاہے پر سوتے کاہے پر چلتے پھرتے
کاہے پر کھیتی کرتے کاہی پر مکان بناتے کاہے پر باغ لگاتے غرض زمین نہوتی تو انسان
کو جینا محال تھا اور انسان نہوتا تو زمین کا کچھ نقصان نہ تھا علی ہذا القیاس پانی نہوتا
تو کیا پیتے اور نہ پیتے تو کیونکر جیتے کاہے سے آٹا گوندھتے اور کاہے سے سالن وغیرہ پکاتے
کاہے سے کپڑے وغیرہ دھوتے کاہے سے نہاتے غرض پانی نہوتا تو انسان کی زندگی دشوار
تھی اور انسان نہوتا تو پانی کا کیا نقصان تھا ہوا نہوتی تو سانس کیونکر چلتا کھیتی وغیرہ
کا کام کیونکر نکلتا یہ ٹھنڈی ہوائیں روح افزا کہاں سے آتیں غرض ہوا نہوتی تو جان ہوا
ہو جاتی ہم نہوتے تو ہوا کو کیا وقت پیش آتی اسی طرح اوپر تک چلے چلو سورج چاند ستارے

اگر نہوتے تو دیکھنا بھالنا چلنا پھرنا ایک امر محال تھا انسان نہوتا تو نہ سورج کا نقصان تھا نہ چاند وسورج کو کوئی دشواری تھی آسمان اور اُسکی گردشیں نہوتیں تو یہ سائبانی کون کرتا اور یہ گرمی جاڑے کے موسم کیونکر آتے اور انسان نہوتا تو نہ آسمان کا نقصان تھا نہ گردشوں میں کوئی دقت تھی الغرض انسان کو دیکھئے تو زمین آسمان میں سے کیسکے کام کا نہیں پر سوا اسکے جو چیز ہی سب انسان کے کام کی ہو اس صورت میں اگر انسان خدا کے کام کا بھی نہو تو یوں کہو انسان سے زیادہ کوئی نکما ہی نہیں مگر تمھیں فرماؤ کہ اس دانش و کمال اور اس حسن وجمال پر انسان کو کون نکما کہدیگا اگر انسان اس فضلیت مسلمہ اور مشہورہ پر بھی نکما ہے تو یوں کہو اُس سے زیادہ بُرا ہی کوئی نہیں اسلئے چار وناچار یہی کہنا پڑیگا کہ انسان خالق جہاں کے کام کا ہی ایسی خوبی اور اس اسلوبی پر ایسے ہی بڑے کام کے لئے ہوگا مگر ظاہر ہے کہ خداوند عالم کسی بات میں کسیکا محتاج نہیں پھر انسان سے محتاج کا تو کیا محتاج ہوگا جسکی سب سے زیادہ محتاجگی اسی سے ظاہر ہے کہ زمین سے لیکر آسمان تک تمام عالم کی اُسکو ضرورت ہی اسلئے یہی کہنا پڑیگا کہ اُسکو بندگی اور عجز و نیاز کے لئے بنایا ہی کیونکہ یہی ایک ایسی چیز ہی جو خدا کے خزانہ میں نہیں مگر چونکہ یہ عجز و نیاز خدا کے مقابلہ میں موافق تقریر بالا ایسا ہوگا جیسا طبیب کے سامنے بیمار کی منت وسماجت تو جیسے بیمار کی منت وسماجت کا یہ ثمرہ ہوتا ہی کہ طبیب اُسکے حال نزار پر مہربان ہوکر چارہ گری کرتا ہے ایسے ہی انسان کی بندگی یعنی عجز و نیاز کی بدولت خداوند عالم اُسپر مہربان ہو کر اُسکی چارہ گری کیونکر نہ کریگا بہر حال تمام عالم انسان کے لئے ہی اور انسان عبادت کے لئے ہی اسلئے جیسے بایں وجہ کہ گھوڑا سواری کے لئے اور گھاس ودانہ گھوڑے کے لئے ہی تو گھاس دانے کو بھی سواری ہی کے لئے سمجھتے ہیں ایسے ہی بایں وجہ کہ انسان عبادت کے لئے ہی اور تمام دنیا انسان کے لئے ہی تمام عالم کو بھی عبادت ہی کے لئے سمجھئے غرض مقصود اصلی پیدایش عالم سے عبادت ہی جو سامان حاجت روائی بنی آدم ہی اپنی

حاجت روائی مقصود نہیں۔اس قسم کے مضامین مولوی صاحب بیان کر رہے تھے جو میعاد معینہ ختم ہو گئی اسلئے مولوی صاحب تو بیٹھے اور پنڈت صاحب کھڑے ہوئے مگر ہم نے سنا ہے کہ منشی پیارے لال یا منشی مکتا پرشاد نے مولوی صاحب کی اس جواب کو سنکر یہ کہا جواب اسکو کہتے ہیں یا یہ کہا جواب تو یہ ہوا مگر جو کچھ کہا بجا کہا خیر مولوی صاحب تو بیٹھے اور پنڈت دیانند صاحب موقع گفتگو پر تشریف لائے اور اپنے محاورات میں کچھ فرمانا شروع کیا مگر چونکہ اُنکی زبان میں الفاظ سنسکرت بہت ملے ہوئے تھے بلکہ اکثر جملے کے جملے سوائے کے کام وغیرہ حروف ربط کے سنسکرت میں ہوتے تھے تو سوائے دو چار آدمیوں کے حاضران جلسہ میں سے اُنکے مطلب کو کوئی نہ سمجھا ہو گا ہاں ایک دو بات اس قسم کی سمجھ میں آئیں کہ جیسے کمہار گھڑا وغیرہ برتن بناتا ہی تو اول گارا ہونا ضرور ہے گارا نہو تو پھر برتن نہیں بن سکتا ایسے ہی خدا نے جو اس عالم کو بنایا تو اُسکا مادہ پہلے ہی سے ہونا چاہیے وہ بھی مخلوق ہو تو پھر عالم کا بنانا ایسا ہو گا جیسا بے گارے برتن بنائیے غرض مادہ عالم قدیم ہی اور پھر قدیم سے عالم کا وجود ہی اور ہمیشہ ایسا ہی چلا جائیگا اور جیسا کہ پادری صاحب کہتے ہیں کہ قدرت الٰہی سے نیست سے ہست ہوا یہ بات معقول نہیں کیونکہ نیست کوئی چیز نہیں اُس سے کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی مگر ان دو ایک بات کے سوا اور کچھ کسی کی سمجھ میں نہ آیا یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ غرض پیدائش عالم اُنھوں نے کچھ بیان کی یا نہ کی اور بیان کی تو کیا بیان کی ہاں اوروں کے بیان سے اتنا معلوم ہوا کہ پنڈت صاحب اُسوقت تناسخ یعنے آواگون کے بھی مدعی ہوئے خدا جانے اس دعوے کے لئے دلیل کیا پیش کی ہوگی الغرض اصل مطلب تو بوجہ دقت زبان معلوم نہ ہوتا تھا اسلیے مولوی محمد قاسم صاحب نے عین اُسوقت جوقت پنڈت صاحب تقریر کر رہے تھے اپنی کرسی سے اُٹھکر آہستہ سے منشی اندرمن صاحب سے یہ کہا کہ آپ اگر خود کچھ بیان نہیں فرماتے تو یوں ہی کیجیے کہ آدھے وقت میں تو پنڈت صاحب جو کچھ اُن کو بیان کرنا ہو

کر لیا کریں اور آدھے وقت میں آپ اُسکا ترجمہ کر دیا کریں جو ہم بھی کچھ سمجھیں ورنہ پھر نہ تسلیم کی کوئی صورت ہے نہ اعتراض کی کوئی جگہہ مگر منشی صاحب نے اُسکے جواب میں یہ کہا سچ تو یہ ہے کہ مجھ کو کبھی لکچر دینے کا اتفاق نہیں ہوا جو لوگ یہ کام کرتے رہتے ہیں انھیں سے ہو سکتا ہے اسلئے مَیں معذور ہوں خیر چار ناچار پنڈت صاحب نے جو کچھ سنایا سننا پڑا جب وہ فارغ ہوئے تو حسبِ ترتیب اول پادری اسکاٹ صاحب پھر کھڑے ہوئے مگر باوجودیکہ وقتِ اعتراض تھا اپنی تقریر اول پیش کی جب پادری صاحب اپنا کام کر چکے اور اہل اسلام کی نوبت آئی تو مولوی محمد قاسم صاحب نے جناب مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ یہ نیازمند تو پنڈت صاحب کی تقریر کچھ سمجھا نہیں اسلئے اب آپ ہی کو تکلیف کرنی پڑیگی اگر مَیں کچھ سمجھا ہوتا تو انشاء اللہ تا مقدور آپکو تکلیف نہ کرنے دیتا مگر مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا مَیں بھی پورا پورا نہیں سمجھا مگر مولوی محمد قاسم صاحب نے عرض کیا کہ میں کچھ بھی نہیں سمجھا اسلئے مولانا محمد علی صاحب اُٹھے اور یہ فرمایا کہ پنڈت صاحب کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالم ازلی ہے اور مادہ بھی قدیم ہے اور پیدا کیا ہوا کسیکا نہیں لازم آیا کہ مادہ واجب الوجود ہے پس دو واجب الوجود موجود ہوئے اور توحید جاتی رہی علاوہ بریں ضرورت تسلیم باری تعالی کی کیا رہی سوا اسکے یہ بات ظاہر ہے کہ عالم مرکب ہے اور ترکیب کے واسطے حدوث لازم ہے اس صورت میں قدم عالم بالبداہتہ باطل ہے پھر پنڈت صاحب کھڑے ہوئے اور حسب بیان اہل فہم اول تو اُنھوں نے پادری صاحب پر وہی اعتراض سابق کیا بعد ازاں اپنے اُوپر کے اعتراض کا جواب اس طور پر دیا کہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے بیان کو ہمارے مقابل فریقوں نے اچھی طرح نہیں سمجھا ہم صرف مادۂ عالم کو قدیم کہتے ہیں عالم کو قدیم نہیں کہتے عالم کو اُس مادہ سے خدا تعالی نے ایجاد کیا ہے اور چونکہ ایجاد کرنیوالا عالم کا خدا تعالی ہے اسلئے خدا تعالی کے ماننے کی ضرورت ہوئی کیونکہ مادہ سے خود بخود عالم پیدا نہیں ہوگیا بلکہ پیدا کرنیوالا عالم کا

خدا تعالیٰ ہی غرض خلاصۂ بیان پنڈت صاحب یہ تھا اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ دس منٹ پورے
ہوگئے اسلئے پنڈت صاحب تو چوکی سے اُترے اور یہ یاد نہیں رہا کہ پھر کون کھڑا ہوا ترتیب
مشارالیہ تو یوں کہتی ہے کہ پادری صاحبوں میں سے کوئی کھڑا ہوا ہو چنانچہ اتنا یاد ہے
کہ سوائے پادری اسکاٹ صاحب دیسی پادریوں میں سے بھی بعض صاحب اُٹھے تھے مگر چونکہ
اُنکی تقریر قابل التفات نہ تھے تو کچھ یاد نہیں رہا کہ انہوں نے کیا بیان کیا اور کیا نہ کیا البتہ
اتنا یاد ہی کہ اسی اثنا میں ایکبار مولوی محمد قاسم صاحب پھر کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ
پنڈت صاحب جسکو مادہ قدیم کہتے ہیں اگر وہی وجود مذکور ہی جسکو ہمنے مادہ عالم قرار دیا ہی
تو چشم ما روشن دل ما شاد ✤ پنڈت صاحب بھی ہمارے ہی ہمصفیر ہوگئے اور اگر کچھ اور چیز ہے
یعنے خدا کی صفت اور اُسکی تجلی نہیں بلکہ ایک امر مستقل اور خدا کی ذات سے منفصل ہے تو وہ
اگر مخلوق ہی نہیں بلکہ اپنے آپ ہی موجود ہی تو وہ خود خدا ہوگا خدا اُسیکو کہتے ہیں کہ خود بخود
موجود ہو اپنے موجود ہونے میں اُسکو خالق کی ضرورت نہ ہو اور اگر مادہ مذکور مخلوق ہی تو پھر
اُسکے قدیم ہونے کی کوئی صورت نہیں کیونکہ جو چیز اپنے آپ موجود نہیں کسی دوسرے کے موجود
کرنے سے موجود ہی تو اُسکا وجود اُسکا خانہ زاد نہوگا اُسی کی عطا ہوگا جس نے اُسکو موجود کیا
اور اُسوقت اُسکی ایسی مثال ہوگی جیسے زمین اپنے آپ منور نہیں آفتاب کے منور کرنے
سے منور ہوتی ہی تو اُسکا نور بھی عطاء آفتاب ہی ہوتا ہی مثل نور آفتاب خانہ زاد نہیں ہوتا
الغرض اگر مادۂ مذکور مخلوق ہوگا تو یہ معنے ہونگے کہ خالق کے موجود کرنیسے موجود ہوا جسکا حاصل
یہ ہوگا کہ اُسکا وجود اُسکا خانہ زاد نہیں بلکہ عطاء خالق ہی مگر چونکہ عطاء وجود مثل عطاء
نور مذکور بے اسکے متصور نہیں کہ اُدھر سے وجود آئے اور جیسے آفتاب سے نور اگر زمین پر واقع
ہوتا ہی اُسپر وجود مشارالیہ اگر واقع ہو تو خواہ مخواہ ایک حرکت کا اُدھر سے اِدھر کو تسلیم کرنا
پڑیگا جسکا مبدا اُدھر ہوگا اور منتہا اِدھر اور ظاہر ہی کہ حرکت کی وجہ سے جو چیز حاصل ہوتی
ہی اُسمیں عدم اول ہوتا ہی اور وجود دوم یعنی حرکات مکانی اگر مثلاً ہوتی ہی تو کسی مکان تک

پہنچنے سے پہلے یہ شخص اُس مکان میں نہ تھا بعد حرکت وہ مکان اس شخص کو میسّر آیا
اور یہ شخص اُس مکان میں آسمایا اسلئے یہ کہنا پڑیگا اول وہ مادّہ موجود نہ تھا پھر
بوجہ عطاءِ مذکور موجود ہوگیا اور ظاہر ہی کہ یہ بات قدم کے مخالف ہی بلکہ اسی کو حدوث[1] کہتے
ہیں علاوہ بریں ہر انقلاب کو حرکت لازم ہی یہی وجہ ہی جو انقلاب طلوع و غروب کو دیکھ کر یہ
یقین ہوجاتا ہی کہ آفتاب متحرک ہی یا زمین متحرک ہی ورنہ خود آفتاب اور زمین کی حرکت قطع

[1] مادہ مذکور جسکو حکما ہیولی کہتے ہیں اگر مخلوق خداوندی ہی تو موافق قاعدہ مقررہ پنڈت صاحب کو ہر مخلوق کے لئے
مادہ اور ہیولی کی ضرورت ہی خود اُس مادہ اور ہیولی کے لئے بھی مادہ اور ہیولی ہوگا اور پھر اُس مادہ اور ہیولی
کی نسبت بھی یہی کہا جائیگا کہ اگر مخلوق ہی تو اُسکے لئے بھی موافق قاعدہ مشار الیہ مادہ اور ہیولی کی ضرورت
ہی علیٰ ہذا القیاس آگے تک چلے چلو اگر اسی طرح یہ سلسلہ الیٰ غیر النہایۃ چلا گیا تب تو تسلسل محال لازم آئیگا
اور کہیں ختم ہوگیا تو پنڈت جی کا یہ قاعدہ غلط ہوجائیگا کہ مخلوقات کے لئے مادہ کی ضرورت ہے اور
اگر مادہ مذکورہ مخلوق نہیں تو خود خدا اور واجب الوجود ہوگا کیونکہ جو چیز خود موجود ہو کسی کی مخلوق نہ ہو
تو اُسکا خدا ہونا اور واجب الوجود ہونا دونوں ضروری ہیں اور کیوں نہ ہو جو خود موجود ہو وہ بھی خدا نہ ہو
تو اور کون ہوگا اور جس کا ہونا کسی کے ہونے پر موقوف نہ ہو بلکہ اَوروں کا ہونا اُس پر موقوف ہو تو اُسکا
ہونا بھی واجب نہ ہوگا تو اَور کس کا ہونا واجب ہوگا ورنہ خدا کا ثبوت بھی پھر دشوار ہی خدا کی خدائی اسی سے
معلوم ہوئی کہ اَوروں کا وجود مستقل نظر نہ آیا بلکہ اُنکا وجود کسی اور پر موقوف پایا اُس موقوف علیہ کو خدا اور واجب الوجود
کہتے ہیں خدا اسلئے کہ وہ خود موجود ہی اور واجب الوجود اسلئے کہ موافق محاورہ عوام تو بوجہ توقف مذکور اُسکا ہونا واجب ہے
اور موافق محاورہ علماء بوجہ لزوم ذاتی وجود جو فیما بین وجود خدا سے واجب الوجود ضرورتِ نسبت کو مقتضی ہی اُسکے
وجود کا ضروری ہونا حسب اصطلاح منطق لازم ہی کیونکہ جب باوجود تحقق اُسکا وجود عطاءِ غیر نہیں یعنی مخلوق نہیں
تو پھر اُسکا وجود اُسی کا خانہ زاد ہوگا اور وصف خانہ زاد کو یہ لازم ہی کہ موصوف کے حق میں ایسی طرح لازم
ذات ہو جیسے زوجیت اربع کو لازم ہی اور ظاہر ہی کہ لوازم ذات موصوف کے حق میں ضروری الثبوت ہوتے
ہیں اُنکا زوال اور انفصال ممکن نہیں ہوتا اگر یہ ہی تو پھر وجود بھی ضروری ہی لیکن مادہ بھی واجب الوجود

نظر انقلاب مذکور سے آنکھوں سے یا کسی اور طریقہ سے محسوس نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ علماء علم ہیئت
میں اسباب میں اختلاف ہے کہ آفتاب متحرک ہے یا زمین متحرک ہے اگر حرکت خود محسوس ہوتی تو یہ اختلاف
کیوں ہوتا سب کے سب ایک ہی چیز کو متحرک کہتے الحاصل انقلاب حرکت پر موقوف ہے بے حرکت انقلاب
متصور نہیں ورنہ انقلاب کو دیکھکر حرکت کا یقین نہوا کرتا مگر جس قسم کا انقلاب ہوتا ہے اُسی قسم
کی حرکت ہوتی ہے اور اُسی قسم کی حرکت سمجھ میں آتی ہے انقلابات طلوع و غروب وغیرہ چونکہ
از قسم انقلاب مکانی ہیں تو حرکت مکانی کی طرف ذہن دوڑتا ہے یعنے مثلاً جب یوں دیکھتے ہیں
کہ بعد صبح آفتاب طلوع ہوا تو اُسکے یہی معنی ہوتے ہیں کہ آفتاب مثلاً پہلے اور مکاں میں تھا اب
اُفق پر آگیا علیٰ ہذا القیاس جب اُفق سے گزر کر سر پر آفتاب آتا ہے تو اُسکے یہ معنی ہوتے ہیں کہ
آفتاب مکان اول سے جسکو اُفق کہتے ہیں اس مکان میں آگیا جسکو نصف النہار کہتے ہیں
مگر چونکہ یہ انقلاب مکانی ہے تو حرکت مکانی ہی ذہن میں آتی ہے حرکت کیفی یا حرکت کمی یا حرکت
وضعی سمجھ میں نہیں آتی اسلئے انقلاب وجود و عدم کو حرکت وجودی اور حرکت عدمی لازم ہوگی مگر مخلوق
ہونا ایک انقلاب وجودی و عدمی ہے کیونکہ مخلوق اُسی کو کہتے ہیں کہ پہلے نہو اور پھر موجود ہو جائے اور ظاہر ہے
کہ یہ انقلاب وجودی و عدمی ہے جب اور انقلاب حرکت ہم جنس پر دلالت کرتی ہیں تو یہ انقلاب کیونکر حرکت
ہمجنس پر دلالت نہ کریگا جسقدر اور انقلاب ہیں وہ اسی انقلاب کے متضمن ہونے کے باعث
انقلاب کہلاتی ہیں اگر یہ عام اور یہ مطلق اور انقلابات خاصلہ و مقیدہ میں ملحوظ اور ماخوذ نہو
تو پھر اُن انقلابوں کا انقلاب ہونا بھی غلط ہے انقلاب مکانی کے یہی معنی ہیں کہ پہلے ایک چیز
اس مکان میں نہ تھی اب اس مکان میں موجود ہوگئی غرض وہی ہونا نہونا جسکا حاصل وہی وجود
و عدم ہے انقلاب مکانی میں ملحوظ و ماخوذ ہوتا ہے اور اس سبب سے وہ انقلاب مذکور انقلاب کہلاتا ہے اسلیے
یہ ضرور ہے کہ اس انقلاب اعظم میں وہ بات بدرجہ اولے ہو جو اور انقلابوں میں بوجہ انقلاب
ہوتی ہے مگر وہ کیا ہے یہی حرکت ہے جسکا ہمجنس انقلاب ہونا تقریر بالا سے روشن ہو چکا ہے لیکن
حرکت مجانس انقلاب وجود و عدم وہ حرکت وجودی و عدمی ہے اسلیے حرکت وجودی کا مخلوقات

ہیں ماننا ہر عاقل کے ذمہ ضرور ہی اور اسوجہ سی اسکا تسلیم کرنا لازم آتا ہی کہ جیسے حرکت مکانی میں ہردم
نیا مکان آتا ہی اور اُسکے سبب سے مکان اول جاتا ہی ایسے ہی حرکت وجودی میں ہردم ایک نیا وجود آئیگا
اور وجود سابق زائل ہو جائیگا جس سے ہر دم ایک نئے عدم کا آنا لازم آئیگا اس استدلال حرکت وجودی ہی کو نہ
سمجھئے کیونکہ زمانہ سی اُوپر اور کوئی ایسی چیز نہیں جسمیں مثل حرکات و زمانہ ایک نئی بات ہو اسلئے
یہ یقین کامل ہوتا ہے کہ زمانہ ہی حرکت وجودی ہے جو سب حرکات میں اول اور سب سے
اُوپر ہی اور کیوں نہو وجود سے اُوپر کوئی اور چیز ہو تو البتہ حرکت وجودی سے اوپر بھی کوئی
حرکت ہو مگر ہرچہ بادا باد جب حرکت وجودی واجب التسلیم ہوئی تو بایں وجہ کہ حرکت میں اول
عدم اور پھر وجود آتا ہی چنانچہ اُوپر عرض کر چکا ہوں اور نیز ظاہر ہے کہ زمانہ اور عالم کے لئے
ابتدا کا ہونا تو ضروری ہی اور انتہا کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ عدم سابق خود حد اول ہو جائیگا
جنکا حاصل وہی ابتداء وجود ہی جو قدم عالم کے بالکل مخالف ہی اور انتہا کی جانب میں چونکہ
وجود ہی عدم نہیں تو انتہا کا ہونا ضروری نہوا ہاں یہ بھی ضروری نہیں کہ برابر وجود ہی
چلا جائے اسلئے ابدیت یعنی مستقبل کے جانب ہمیشگی اور انتہا دونوں برابر ہو گئی اور عقل کی
رو سے کوئی بات معین نہوئی فقط مدار کار مشاہدہ پر رہا یا اس بات پر کہ ارادہ خالق و بانی عالم
کا کیا ہی کیونکہ جیسے اُس مکان کا حال جو نیا بنایا جاتا ہی عقل سے معلوم نہیں ہو سکتا معلوم ہوتا
ہی تو یا تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہی جو بالیقین بعد وجود میسر آتا ہی قبل وجود امکان مشاہدہ نہیں
یا بنانیوالے سے معلوم ہوتا ہی کہ کیا بنائیگا اور یہ بات قبل وجود بھی ممکن ہی ایسے ہی عالم کی
یہ کیفیت کہ کہاں تک بنتا جائیگا یا تو مشاہدہ سی معلوم ہو گی جو بالیقین آیندہ کی بات ہے
یا خدا کے بتلانے سے معلوم ہو گی مگر حسب تقریر وعظ مشار الیہ خدا تعالی بجز انبیا علیہ السلام اور
کسیکو انکی باتوں کی اطلاع نہیں کرتا اسلئے دربارۂ ابدیت و انتہاء عالم انبیاء کی بیان کی
پابندی ضرور ہی انھوں نے بحوالہ خداوندی اطلاع کر دی کہ ایک روز نہ ایک روز یہ عالم نیست
و نابود ہو کر پردۂ عدم میں مستور ہو جائیگا اور پھر سب کو بعد مدت نئے سر سے پیدا کرکے اپنے اپنے

رکو دار کو پہنچائیں گے اسی قسم کے مضامین مولوی صاحب بیان کر رہے تھے جو مدت معینہ بیان
پوری ہوگئی اسلئے وہ تو بیٹھے اور گمان غالب یہ ہی کہ انکے بعد پھر پنڈت جی کھڑے ہوئے کیونکہ
موافق ترتیب درس اول بعد اہل اسلام ہنود ہی کا نمبر تھا اور ہنود میں سوائے پنڈت صاحب
اور کوئی صاحب اول سے آخر تک کھڑے ہی نہیں ہوئے جو اور کسیکا احتمال ہوتا اسلئے یہی
گمان ہوتا ہی کہ بعد مولوی صاحب متصل ہی پنڈت صاحب کھڑے ہوئے اگرچہ یہ بھی احتمال
ہوتا ہی کہ عیسائیوں کی طرف سے بعض دیسی پادری جو اس جلسہ میں کھڑے ہوئے تھے اور ایسی
لاطائل تقریریں کی تھیں کہ جنکے سننے کو بھی اہل جلسہ میں سے کسیکا جی نہیں چاہتا تھا چہ جائیکہ
یاد رہتیں وہ بعد مولوی صاحب کھڑے ہوئے ہوں مگر اتنا یقیناً یاد ہی کہ سب میں پچھلی تقریر
جو اس جلسہ میں ہوئی وہ پنڈت صاحب کی تقریر تھی اور یہ بھی یاد ہے کہ پنڈت صاحب
ایک دو بار وقت اعتراض عیسائیوں پر اعتراض کر کے جب تقریر ختم کرنے کو ہوئی تو یہ کہا
کہ کیا کہئے وقت ہو چکا ورنہ مولوی صاحب کی بات کا بھی کچھ جواب دیا جاتا خدا جانے یہ
انکا ارشاد واقعی تھا یا جیسا بظاہر معلوم ہوتا تھا مولوی صاحب کی تقریر پر لا جواب ہو کر
یہ چال چلتے تھے مگر ہاں اخیر تقریر میں جسکے بعد جلسہ ہی برخاست ہو گیا مولوی صاحب کی
تقریر پر یہ اعتراض کیا کہ اگر مادۂ عالم حسب تقریر مولوی صاحب صفت وجود خداوندی ہو
تو خدا کا برائی کے ساتھ موصوف ہونا لازم آئیگا کیونکہ مخلوقات میں بھلے برے سب ہیں
اگر بھلوں کا وہ مادہ ہی تو بروں کا بھی وہی مادہ ہوگا اور اسلئے اُسکا برا ہونا لازم آئیگا
پنڈت جی تو یہ فرما کر فارغ ہوئے اور مولوی صاحب اُس چوکی پر پہنچے مگر چونکہ گیارہ بج گئے
تھے یا بجنے کو تھے تو پادریوں نے فرمایا کہ بس جلسہ کا وقت ہو چکا مولوی صاحب نے فرمایا دو چار
منٹ ہماری خاطر سے اور ٹھیریئے بندۂ درگاہ جھٹ پٹ پنڈت جی کے اعتراض کا جواب
عرض کئے دیتا ہی مگر پادریوں نے نہ مانا اس پر مولوی صاحب نے پنڈت صاحب سے مخاطب
ہو کر فرمایا کہ پنڈت صاحب فقط آپ ہی ٹھیر جائیں وقت جلسہ ہو چکا ہے تو کیا ہوا دو چار

منشٔ خارج از جلسہ ہی ہی مگر پنڈت جی نے بھی نہ مانا اور یہ فرمایا کہ اب بھوجن کا وقت آگیا ہے اب ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا جب مولوی صاحب نے دیکھا کہ پنڈت جی بھی نہیں مانتے اور کیونکر مانتے انجام کار آغاز سے نظر آتا تھا تو بناچاری مولوی صاحب نے منشی اندرمن صاحب کا ہاتھ پکڑ کر یہ فرمایا کہ منشی صاحب پنڈت صاحب تو نہیں سنتے آپ ہی سنتے جائیں اور یہ کہکر فرمایا میں اس اعتراض کا جواب ضمن[1] مثال میں وقت بیان اصل مطلب دے چکا ہوں مگر پنڈت صاحب نے اُسکا کچھ خیال نہ کیا اور جو اعتراض نہ کرنا تھا اَوروں کے سُنانے کو کرگئے میں کہہ چکا ہوں کہ مخلوقات کو خدا تعالیٰ اور اُسکے وجود کے ساتھ جو اُسکے حق میں بمنزلہ شعاعہائے آفتاب ہے ایسی نسبت ہے جیسے دھوپوں کی تقطیعات مختلفہ کو جو روشندانوں کے کینڈوں اور صحن خانوں کے پیمانوں کے مطابق ہوا کرتے ہیں آفتاب اور اُسکی شعاعوں کے ساتھ ہوا کرتی ہے جس شخص نے اس مثال کو غور سے سنا ہوگا وہ سمجھ گیا ہوگا کہ جیسے تقطیعات مذکورہ کی بھلائی بُرائی اور سوا انکے اور احکام مختلفہ اُنھیں اشکال و تقطیعات تک رہتے ہیں آفتاب اور نورِ آفتاب یعنی شعاعِ آفتاب تک نہیں پہنچتی ایسے ہی مخلوقات کی بھلائی بُرائی خدا تعالیٰ اور اُسکے وجود تک نہیں پہنچ سکتی اگر کوئی مثلث شکل کی دھوپ ہوگی تو بیشک اُسکے تینوں زاویے ملکر دو قائموں کے برابر ہونگے اور اور اُسکے دو ضلع ملکر تیسرے خط سے بڑے ہونگے مگر ظاہر ہے ان باتوں کو ذات آفتاب اور اُسکے اصل نور تک رسائی نہیں آفتاب اور اُسکے نور میں نہ زاویہ نہ اضلاع جو یہ احکام اُسمیں جاری ہوں علیٰ[2] ہذا القیاس

[1] بلکہ بصراحت یہ بات مدلل مرقوم ہوچکی تھی کہ بھلائی بُرائی مخلوقات کی خالق کی طرف عائد نہیں ہوتی یعنی مخلوقات کی بھلائی بُرائی سے خالق کو بھلا بُرا نہیں کہہ سکتے[2] مخلوقات کی بھلائی بُرائی جو خالق تک نہیں پہنچتی اور دھوپوں کی اشکال کے احکام جو آفتاب اور نور تک نہیں پہنچتے تو اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ فاعل اور فعل کے احکام تو مفعول تک جاتے ہیں اور مفعول کے احکام فاعل کی طرف نہیں آتے ورنہ فاعل مفعول اور مفعول فاعل ہو جائے اور سب کارخانہ اُلٹ جاوے یہی وجہ ہے کہ نور آفتاب سے پاخانہ اور پیشاب روشن ہو جاتے ہیں پر پاخانہ پیشاب سے نور آفتاب ناپاک نہیں ہوتا ۱۲ منہ

مخلوقات کی تقطیعات کے احکام خدا تعالیٰ اور اُسکے وجود تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہاں نہ یہ تقطیعات نہ اُنکے لوازم جو بھلائی بُرائی کو جو اُسکے خواص میں سے ہیں اُس تک رسائی ہو اور اس سبب سے اُسکا بُرا ہونا لازم آئے یہ کہکر فرمایا آپ پنڈت صاحب کو یہ جواب سناویں منشی صاحب نے فرمایا شاید وہ اس مضمون پر اور کچھ اعتراض کریں مولوی صاحب نے فرمایا اسبات کا جواب پنڈت جی سے قیامت تک نہ آئیگا یہ کہکر مولوی صاحب تو مع رفقاء اپنے ڈیرہ کی طرف چلدیے اور منشی صاحب وغیرہ اپنی اپنی فرودگاہوں کی طرف روانہ ہوئے مگر مولوی صاحب ابھی خیمہ تک نہ پہنچے تھے جو پادری نولس صاحب اور ایک اور ولایتی پادری جھپٹ کر آئے اور مولوی صاحب سے فرمانے لگے آج چار بجے کے بعد پادری اسکاٹ صاحب درس دینگے آپ بھی اُس درس میں تشریف لائینگے مولوی صاحب نے فرمایا کل جو ہمنے آپ سے ایک گھنٹہ کی اجازت لیکر ایک گھنٹہ تک اپنی مذہب کے فضائل اور اُسکی حقانیت خارج از جلسہ چار بجے کے بعد بیان کئے تھے تو اسکی یہ وجہ ہوئی تھی کہ آپ جلسہ میں اتنا وقت نہ دیتے تھے کہ کوئی دل کھولکر بیان فضائل کرسکے جب ہم نے آج آپ کو وقت میں وسعت دیدی تو پھر خارج از جلسہ تکلیف کرنے سے کیا فائدہ پادری صاحب نے فرمایا اب تو آپ مہربانی کرکے اسبات کو قبول ہی کرلیں مولوی صاحب نے فرمایا بہت بہتر اگر پادری صاحب درس دینگے تو ہم بھی انشاء اللہ سنیں گے پادری صاحب نے پوچھا آپ اعتراض کرینگے مولوی صاحب نے فرمایا اگر اعتراض کی اجازت ہوگی تو بیشک اعتراض کرینگے پادری صاحب نے فرمایا اعتراض کے لیے آپکو کتنا وقت چاہیے مولوی صاحب نے فرمایا وقت کی تحدید کے کیا معنے پہلے سے کون شخص اپنے مطالب کو ناپ تول کر لاتا ہے جو اسکے موافق وقت مقرر کیا جائے وقت اگر مقرر کیا جاتا ہے تو اس اندیشہ سے کیا جاتا ہے کہ مبادا کوئی شخص مفت مغز زنی کرنے لگے اگر وقت محدود نہ کیا جائیگا تو ایسا شخص بیوجہ مغز کھائیگا اور سوا اسکے کسیکو بولنے کی گنجایش نہ ملیگی مگر آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ میں کونسی بات لغو اور بیہودہ کہتا ہوں جو آپ میرے لیے وقت کو محدود کرتے ہیں پادری نولس صاحب نے فرمایا نہیں آپ تو بیہودہ باتیں نہیں کرتے مولوی صاحب نے

فرمایا پھر کس لیے آپ میرے واسطے وقت کو محدود کئے دیتے ہیں پادری نولس صاحب
نے فرمایا اچھا آپ کے لئے وقت کی کچھ تحدید نہ سہی مگر دوسرے پادری صاحب نے
کہا نہیں وقت کو ضرور محدود کرنا چاہیے نہیں تو ہر شخص یوں جتنا چاہیگا بیان کئے
جائیگا پادری نولس صاحب نے مولوی صاحب سے فرمایا اچھا آپ کے لیے بیس منٹ سہی
اور اوروں کے لیے دس منٹ اثناء راہ میں جب یہ فیصلہ ہوچکا تو پھر سب صاحب
اپنے اپنے ٹھکانے پر پہونچے اور قضاء حوائج اور ادار ضروریات میں مشغول ہوئے
کھانا کھا ہی رہے تھے جو موتی میاں صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب سے فرمایا پادری
اسکاٹ صاحب آپ کی تعریف کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اس شخص کی باتیں بہت
ٹھکانے کی ہیں یہ مولوی نہیں یہ صوفی مولوی ہے مولوی سخاوت حسین صاحب سہسوانی
وکیل عدالت دیوانی بھی اسوقت اتفاق سے آنکلے وہ بھی فرمانے لگے کہ پادری صاحب
مولوی محمد قاسم صاحب کو کہتے تھے کہ یہ شخص صوفی مولوی ہے ادھر اثناء جلسہ میں جب
مولوی صاحب کھڑے ہوتے تھے تو تمام جلسہ میں ایک سکتہ کا سا عالم ہوجاتا تھا اور
جب مولوی صاحب کسی تقریر سے فارغ ہوتے تھے تو اکثر صاحبوں کی زبان سے صدائے
آفریں و تحسین سنائی دیتی تھی غرض غلبہ جانب اسلام ایسا نمایاں تھا کہ بجز نا انصاف حاضران
جلسہ میں سے کوئی شخص اسکا انکار نہیں کرسکتا شاید یہ ثمرہ انکسار مولوی صاحب اور دعاء
اہل اسلام تھا مولوی صاحب نے جب سے شاہجہانپور کا ارادہ کیا تھا جس سے ملتے تھے یا جسکو اہل
دعا سمجھتے تھے استدعاء دعا کرتے تھے خود یہ کہتے تھے کہ ہر چند ہماری نیت اور ہمارے اعمال
اسی قابل ہیں کہ ہم مجمع عام میں ذلیل و خوار ہوں مگر ہماری ذلت و خواری میں اس
دین برحق کی ذلت اور اس رسول پاک کی ذلت متصور ہے جو تمام عالم کا سردار اور تمام انبیاء
کا قافلہ سالار ہے اسلیے خود بھی یہی دعا کرتے تھے اور اوروں سے یہی دعا کراتے تھے کہ الٰہی ہماری
وجہ سے اپنے دین اور اپنے حبیب پاک شہ لولاک کو ذلیل و خوار مت کر اپنے

دین اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اور طفیل میں ہم کو عزت اور افتخار سے مشرف فرما۔ القصہ اہل اسلام کو کھانے سے فارغ ہو کر نماز کا فکر ہوا بارہ بجتے ہی وضو کر کرا نماز کی ٹھیرائی نماز ظہر سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ جو ایک بج گیا اسلیے دوسرے جلسے کے لیے سب صاحب تیار ہوئے ✦

کیفیت جلسۂ سوم بروز دوم

ایک بجتے ہی مناظر اور شائقان مناظرہ میدانِ مناظرہ کی طرف روانہ ہوئے اہل اسلام بھی ادھر سے بسم اللہ کر کے پہنچے گفتگو شروع ہونے سے پہلے منشی پیارے لال صاحب نے یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ صرف سوال اخیر پر مباحثہ ہووے اور باقی سوالات پر بحث ملتوی کی جائے وجہ اسکی کچھ معلوم نہوئی مگر قرینہ اسبات کو مقتضی ہے کہ یہ بات فقط بنظر اتباع حضراتِ پادریانِ نصاریٰ تھی انھیں کی طرف سے صبح کو یہ اصرار ہوا تھا کہ پہلے مسئلہ رابع میں گفتگو ہو جائے سو اسوقت مسئلہ رابع کے بدلے مسئلہ خامس کا لینا اس غرض سے ہوگا کہ بالکل راز نہ کھل جاے غرض مسئلہ ثانی و ثالث تو مثل مسئلہ اول علوم حقائق و فلسفہ سے متعلق تھا پادریوں کو بوجہ نا واقفیت علوم مذکورہ اُنکی جوابدہی مشکل نظر آئی البتہ مسئلہ رابع و خامس فقط مذہب سے متعلق تھے اور اُنکے بیان کا اکثر اتفاق رہتا ہے اسلیے صبح کو تو اسپر اصرار رہا کہ مسئلہ رابع میں گفتگو ہو اسوقت تو اُنکی پاس نہ کوئی حجت اپنے اصرار کی نظر آئی اور نہ منشی پیارے لال سے ساز کی گنجایش ملی اس مہلت اور تنہائی میں جو گیارہ بجے سے لیکر ایک بجے تک تھی کیا عجب ہے کہ منشی صاحب سے اس بات میں کہہ سُن لیا ہو ورنہ صبح تک تو منشی صاحب کا بھی یہی قول تھا کہ ترتیب وار سوالات معلومہ میں گفتگو ہو علاوہ بریں پہلے روز منشی صاحب کا بات بات میں پادریوں کی

تائید کرنا جسکی وجہ سے اہل اسلام خصوصاً مولوی محمد طاہر صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کو انکی شکایت کی نوبت آئی اور وہ ارتباط دلی جو منشی صاحب کو پادریون کے ساتھ مشہور ہے اور مسائل مذکورہ کا حقائق و فلسفہ سے متعلق ہونا اور پادریون کا ان علوم سے بے بہرہ ہونا زیادہ تر اس خیال کو مؤید ہے کہ ہو نہو یہ پادری صاحبون کی ہی چالاکی تھی باایں ہمہ پہلے روز پادری نولس صاحب کا بار بار یہ کہنا ہمکو زیادہ فرصت نہین آج اور کل ہی ٹھہر سکتے ہین اور بھی اس خیال کیلیئے قرینہ صادقہ ہے اگرچہ اسوقت مولوی صاحب نے کھلم کھلا یہ فرمایا کہ یہ بات ہمارے کہنے کی تھی باوجود افلاس و بے سر و سامانی قرض و ام لیکر اپنی ضرورتون پر خاک ڈال کر ایک مسافت دور دراز قطع کرکے یہان تک پہنچے پھر اس پر یہ قول ہے کہ جب تک جب دُنخواہ فیصلہ نہو جائیگا نہ جائینگے اور آپ صاحب تو اسی کام کے نوکر آنے جانے مین کوئی دقت نہین اس کے کیا معنی کہ آپ کو فرصت نہین یہ عذر کرتے تو ہم کرتے مگر اس پر بھی پادری صاحبون کو کچھ اثر نہوا اور کیون ہوتا قلت فرصت کا بہانہ کرکے مباحثہ کو مختصر کر دینا اس سے آسان نظر آیا کہ اہل اسلام کے مقابلہ مین مغلوب ہون اور کوی عذر نہو آخر اہل اسلام کو کچھ پہلے دیکھے بھالے تھے اور کچھ فی الحال دیکھا اور کیا عجب ہے پنڈت صاحب اور منشی اندرمن صاحب کی بھی یہی رائے ہو منشی اندرمن صاحب کا اول سے آخر تک نہ بولنا بلکہ باوجود اصرار مولوی محمد قاسم و ضرورت بیان مطالب پنڈت صاحب اُنکا یہ کہدینا ہمکو کبھی لکچر دینے کا اتفاق نہین ہوا جو لوگ یہ کام کرتے رہتے ہین اُنہین سے یہ کام ہو سکتا ہے بجز اس کے اور کس بات پر محمول ہو سکتا ہے کہ علاوہ شور غلبۂ اہل اسلام بہ نسبت سال گذشتہ اس سال مین پہلے روز اہل اسلام کی جودت طبعی اور خوش بیانی اور اُن کے مطالب کی خوبی اور تسلسل معانی آنکھون سے دیکھ چکے تھے اور پنڈت صاحب بھی اگرچہ مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی ابو المنصور صاحب کی حسن لیاقت کی داد دے چکے تھے مگر دنیا بامید قائم یون سمجھ کر کہ شاید علوم حقایق اور علوم فلاسفہ کی طرف بوجہ فقدان اسباب توجہ علوم مذکورہ توجہ نہوا اور اس وجہ سے کیا عجب ہے کہ سوالات مذکورہ کے جواب مین

رہجائین اور ہم باین وجہ کہ خود ہی ان سوالات کے مجوز ہین ان کے جوابون کو مستحضر کر رکہا ہے میدان
مناظرہ مین اہل اسلام سے گو سے سبقت لیجائین اول سینہ سپر ہو گئے تھے مگر قدم عالم کے ابطال اور
مادۂ عالم کے بیان کو اہل اسلام سے سنکر وہ بھی ٹھنڈے ہو گئے تھے غرض ان وجوہ سے عجب نہین کہ
منشی اندرمن صاحب اور پنڈت دیانند صاحب بھی اسی طرف مشیر ہوئے ہون اور مشیر بھی نہوئے
ہون تو مانع بھی نہوئے ہون مگر ہرچہ بادا باد اُس وقت بمجبوری اہل اسلام کو یہی ماننا پڑا کہ اسوقت
مسئلہ خاص ہی مین گفتگو ہو جائے لیکن اس ردّ و کد مین آدھا گھنٹہ گزر گیا اور چار بجنے مین فقط
اڑہائی گھنٹے باقی رہگئے اسلیئے یہ تجویز ٹھہری کہ یہ جلسہ ساڑھے چار بجے تک رہے اہل اسلام نے
کہا خیر کچھ مضایقہ نہین ہم آج نماز عصر آدھ گھنٹہ بعد ہی پڑھ لینگے الغرض گفتگو شروع ہوئی اول
پادری اسکاٹ صاحب کھڑے ہوے اور سوال خاص یعنی اس سوال کے جواب مین کہ نجات کسی
کہتے ہین اور نجات کا کیا طریقہ ہے ایک تقریر طویل بیان کی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ نجات گناہون سے
بچنے کو کہتے ہین مگر جب خدا تعالے نے یہ دیکھا کہ تمام عالم گناہون مین ڈوبا جاتا ہے تو خود مجسم
ہو کر آیا اور عیسے مسیح کہلایا اور سب خلائق کا کفارہ بنا یعنے بار گناہان بنی آدم اپنے سر پر رکھ کر
اُس کی سزا مین مصلوب ہوا اور پھر نعوذ باللہ ملعون ہو کر تین دن جہنم مین رہا اسیلئے سب کو لازم ہے
کہ عیسے مسیح کی الوہیت پر ایمان لائین اور دین عیسائی اختیار کرین بدون اس کے نجات نہین اور
گناہون سے بچاؤ نہین ہو سکتا ایک روز کا ذکر ہے کہ مین نے یہ دعا کی کہ اے عیسے مسیح میرے
حال پر نظر عنایت فرما اس کے بعد میرے دل مین ایسا چین اور ٹھنڈک معلوم ہوئی کہ مین بیان
نہین کر سکتا بالکل اور باتون سے دل بھر گیا ایسے ہی ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص بڑا تندرست
تھا اور موٹا تھا جیسے ہمارے پنڈت جی اور وہ بڑا شریر تھا کبھی گرجا مین نہ جاتا تھا نہ انجیل سنتا تھا مین نے
اُس سے کہا تو انجیل سنا کر اُس نے کہا مین کیون انجیل سنون اور کیون گرجا مین آؤن آخر کو مین نے
اُس کو انجیل سنائی دوسرے روز اُس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ خود بخود وہ میرے پاس آیا اور سب
بُرائیان چھوڑ دین اور صدق دل سے نیک و صالح ہو گیا اور تمام لوگون مین یہ بات مشہور ہو گئی کہ فلان

شرِیر آدمی نیک آدمی ہوگیا ادہر دیکھو جب تک عیسائیون کی عملداری ہندوستان مین نہین تھی
ہندوستان مین کیسی کیسی غارتگری اور فتنہ و فساد اور رہزنی ہوا کرتی تھی جب سے عیسائیونکی
عملداری ہوئی کس قدر امن و امان ہوگیا سونا اُچھالتے چلے جاؤ کوئی نہین پوچھتا دیکھو کتنی گناہون
مین کمی آگئی یہ ایک بڑی دلیل ہے حقیت عیسائی مذہب کی۔ بعد اس کے پنڈت دیانند
سرستی صاحب کھڑے ہوے اور انہون نے بھی ایک تقریر طویل بیان فرمائی خلاصہ اُس تقریر کا بعض
اُن صاحبون کے بیان کے موافق جو کسی قدر اُن کی زبان سمجھتے تھے یہ ہے کہ مکت یعنی نجات اسمین
ہے کہ آدمی گناہون سے بچے اور نیک کام کرے اور پادری صاحب نے جو یہ بیان کیا کہ خدا تعالے
مجسم ہو کر آیا خلائق کے گناہون کا کفارہ ہوا امر غلط ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ذات پاک جس کی
کوئی حد و نہایت نہین وہ ایک مُٹھی مین آجاوے اور یہ پادری صاحب جو اپنے مذہب کو گناہون سے
نجات کا سبب سمجھتے ہین یہ تو صاف بے اصل بات ہے حضرت موسیٰ کو صاف حکم ہوا تھا کہ مکان مقدس
مین جوتا اُتار کر آؤ ہمارے پادری صاحب برعکس اُس کے جوتے کی جگہہ ٹوپی اُتارتے ہین اور جوتا پہنے
رہتے ہین اور بہت باتین برخلاف حکم خدا کے کرتے ہین اور اُن کو روا سمجھتے ہین پس ایسے مذہب مین
نجات کسی طرح نہین ہو سکتی بعد اس کے مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ نجات قہر
الٰہی اور عذاب الٰہی سے بچ جانے کو کہتے ہین مگر طریق حصول نجات بجز احتراز معصیت و گناہ اور کچھ
نہین اس لیے یہ بات گناہ کے دریافت کرنے پر موقوف ہے پادری صاحب و پنڈت صاحب نے تو یہ
فرمایا کہ نجات گناہون سے بچنے کو کہتے ہین یا نجات گناہون سے بچنے مین ہے مگر یہ نہ فرمایا کہ گناہ
کس کو کہتے ہین گناہ کی دو چار مثالین اور دو چار قسمین تو مثل زنا و چوری وغیرہ بیان کین پر اُسکی
تعریف کچھ بیان نہ فرمائی سو ہم اول تعریف گناہ بیان کرتے ہین سنیئے گناہ خلاف مرضی الٰہی کو
کہتے ہین اور طاعت موافق مرضی الٰہی کا نام ہے مگر کل ہم عرض کر چکے ہین مرضی غیر مرضی تو ہماری بھی
بے ہمارے بتلائے کسی کو معلوم نہین ہو سکتی اگر سینہ سے سینہ ملا دین بلکہ دل کو چیر کر دکھلا دین
تب بھی دل کی بات نظر نہ آئے جبتک زبان نہ ہلائیے یا اشارہ سے اطلاع نہ فرمایئے تب تک

مرضی غیر مرضی کی اطلاع دوسرون کو ممکن نہین باوجود کثافت اور اس ظہور کے کہ ہم جسمانی ہین یہ حال ہے تو خداوند عالم تو کمال ہی درجہ لطیف ہی اُس کے دل کی بات بے اُس کے بتلائے کسیکو کیونکر معلوم ہو سکتی ہے عقل نارسا کو اتنی رسائی کہان کہ اُس کی مافی الضمیر تک پہنچے ہاں پہنچے عقل سے ہو سکتا ہے تو اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ کسی بات کا حسن و قبح کسیقدر معلوم کرے سو یہ بات بھی اول تو ہر بات مین متصور نہین جو عقل ہی کے بھروسے بیٹھہ رہیے دوسرے خداوند کریم گو علیم و حکیم ہی اور اس وجہ سے یہ اعتقاد ہی کہ نہ وہ اچھی بات سے منع فرمائے نہ بُری بات کا ارشاد فرمائے لیکن تاہم خدا ہی بندہ نہین حاکم ہے محکوم نہین عقل کا مطیع نہین عقل اُس کی مطیع ہے اس لیئے اگر بالفرض وہ زنا کو حلال اور طاعت کو حرام کر دے تو بیشک زنا طاعت اور طاعت گناہ ہو جائے بقول شخصے شعر گر طمع خواہد زمن سلطان دین۔ خاک بر فرق قناعت بعد از ین ۔ اس لیئے بندہ کے ذمہ یہ ضرور ہی کہ مرضی غیر مرضی کے دریافت کرنے مین اُسی کی طرف نظر رہے اپنی عقل نارسا کو اس قصے سے علیحدہ رکھے مگر ہم عرض کر چکے ہین کہ بادشاہان دنیا اس تھوڑی سی نخوت پر اپنا مافی الضمیر ہر کسی سے کہتے نہین پھرتے خداوند عالم اس تکبر اور بے نیازی پر جسپر اُس کی خدائی خود دلالت کرتی ہی کیونکر اپنے دل کی بات ہر کسی سے کہتا پھریگا یہان تو مخلوقیت سے لیکر انسانیت تک سب باتون مین اشتراک خدا اور مخلوقات مین تو کسی بات مین بھی اشتراک نہین اس لیے بادشاہان دنیا جیسے اپنے مافی الضمیر کی اطلاع اپنے مقربان خاص کے ذریعہ سے کرا دیتے ہین ایسے ہی بلکہ بدرجہ اولے خداوند عالم بھی اپنا مافی الضمیر بذریعہ مقربان خاص اورون کو سُنا دیگا انہین مقربون کو ہم لوگ انبیا اور رسول کہتے ہین اس لیئے انبیا علیہم السلام کے اتباع اور اقتدا ہی مین نجات منحصر ہوگی کیونکہ اس صورت مین اُنکی اطاعت خاص خدا کی اطاعت ہوگی اور اُنکی نافرمانی خاص خدا کی نافرمانی ہوگی مگر جیسے ہر زمانے مین ایک جدا حاکم ہوتا ہے پہلے زمانے مین اگر لارڈ نارتھہ بروک گورنر تھے تو آج لارڈ لٹن ہین پہلے اور کلکٹر تھا اب اور کلکٹر ہے ایسے ہی ہر زمانے مین مناسب وقت ایک جدا ہی نبی ہو گا جیسے آج کل لارڈ لٹن کے احکام کی تعمیل ضرور ہی لارڈ نارتھہ بروک کے احکام کی تعمیل سے کام

نہین چلتا ایسے ہی ہر زمانے مین اُس زمانے کے نبی کے احکام کی تعمیل ضرور ہے حضرت موسیٰ اور حضرت
عیسے علیہما السلام کی بزرگی اور نبوت مسلم اُن کا منکر ہمارے نزدیک ایسا ہی کافر ہے جیسے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر ہمارے نزدیک کافر ہے علیٰ ہذا القیاس سری رامچندر اور سری
کرشن کو بھی ہم کچھ نہین کہہ سکتے پر آج کل نجات کا سامان بجز اتباع نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور کچھ نہین جیسے اس زمانے مین باوجود تقرر گورنر جال لارڈ لٹن گورنر سابق لارڈ نارتھ
بروک کے احکام کی تعمیل پر اگر کوئی شخص اصرار کرے اور لارڈ لٹن کے احکام کی تعمیل سے انکار
کرے تو باوجود اس کے کہ لارڈ نارتھ بروک بھی سرکار ہی کی طرف سے گورنر تھا اس وقت مین یہ
اصرار بیشک منجملہ بغاوت اور مقابلہ سرکاری سمجھا جائیگا ایسے ہی اگر کوئی شخص اس زمانہ مین رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اورون کا اتباع کرے تو بیشک اُسکا یہ اصرار اور یہ انکار از قسم بغاوت
خداوندی ہوگا جسکا حاصل کفر و الحاد ہے القصہ اسوقت اتباع حضرت عیسے وغیرہم ہرگز باعث نجات نہین
ہوسکتا ہان حضرت عیسیٰ وغیرہم اگر خاتم الانبیا ہوتے تو پھر بیشک نجات اُنہین کے اتباع مین منحصر
ہو جاتی لیکن ایسا ہوتا تو بالضرور حضرت عیسیٰ سدباب ضلالت کے لیے دعوے خاتمیت کرتے تاکہ آیندہ
کو لوگ اورون کے اتباع سے گمراہ نہو جائین انبیا کا یہ کام نہین کہ ایسے موقع مین چپکے بیٹھے رہین اور
آدمیون کو گمراہ ہونے دین مگر سب جانتے ہین سواے حضرت رسول عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
کسی نے دعوے خاتمیت نہین کیا اگر کرتے تو حضرت عیسیٰ کرتے انھون نے بجاے دعوے خاتمیت اُلٹا یہ فرمایا
کہ میرے بعد جہان کا سردار آنیوالا ہے جس سے بروے انصاف آشکارا ہے کہ وہ آنیوالا خاتم الانبیا ہوگا
کیونکہ تمام انبیا اپنے اپنے رتبون کے موافق اُمتیون کے سردار اور اون کے حاکم ہوتے ہین اور کیون
نہون اُن کی اطاعت امتیون کے ذمّے ضرور ہوتی ہے اس لیئے جو سب کا سردار ہوگا وہ سبکا خاتم
ہوگا کیونکہ وقت مرافعہ بادشاہ کا حکم سب مین آخر رہتا ہے یہ اُس کی خاتمیت حکومت خاص اسی
وجہ سے ہے کہ وہ سب کا سردار ہوتا ہے الغرض اتباع محمدی اب تمام عالم کے ذمّے لازم ہے
اُنھون نے دعوی نبوت کے ساتھہ دعوے خاتمیت بھی کیا اور وہ وہ معجزے دکھلائے کہ اَوروں کے

معجزے اُن کے سامنے کچھ نسبت نہین رکھتے چنانچہ بطور مشتے نمونہ از خروارے کل بعض معجزات کی تفصیل اور انبیاء دیگر کے معجزات پر اُن کی فوقیت اور افضلیت ہم بیان بھی کر چکے ہین پھر اب اُن کے اتباع مین کیا تامل ہے خاص کر قرآن[ف۱] شریف ایک ایسا عمدہ معجزہ ہے کہ کوئی اُس کے برابر نہین ہو سکتا[ف۲] رہا ثبوت الوہیت یہ ایک ایسا عقیدہ مہمل ہے کہ کوئی عاقل تسلیم نہین کر سکتا ہمکو عقلاء[ف۳] فرنگ کی عقل پر بڑا افسوس آتا ہے کہ سب کے سب ایسی ہوی غلطی مین پڑے ہوئے ہین اوروں پر کیسے کیسے خفیف اعتراض کرتے ہین جنکی جوابدہی کے لیئے عقلا کو تامل کی حاجت نہین اور اپنے آپ ایسے ایسے اعتراض سر پر لیئے بیٹھے ہین جنکا جواب قیامت تک نہین آسکتا افسوس ہزار افسوس وہ خداوند کریم جو ہر طرح سے مقدس اور ہر وجہ سے بے نیاز اور تمام عیوب اور جملہ نقصانون سے پاک ہے اُس کو تو اس پیرایہ مین کہ عیسے مسیح بنکر مجسم ہوا اور زمین پر آیا کھانے پینے بول و براز بھوک پیاس خوشی غم وغیرہ حوائج انسانی مین مبتلا ہوا کہین سولی پر چڑھا کہین یہودیون کے ہاتھون مین مقید ہو کر ایلی ایلی پکارا کہین معذب وملعون ہو کر اوروں کے لیے کفارہ بنا کیا کچھ بُرا بھلا کہہ دیتے ہین اگر کوئی شخص پادری صاحب کو چمار کہدے تو ابھی مارنے مرنے کو تیار ہو جائین یہ کیسا ظلم صریح ہے کہ اپنے آپ کو ذرا بھی کوئی بُرا کہدے تو پھر خیر نہین اور خداوند قدوس کو جو چاہین کہلین چمار اور پادری صاحب مین کیا فرق ہے وہ مخلوق اور خدا کا

[ف۱] پہلے دن وعظ مین یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جیسے علم عمل سے افضل ہے عمل اپنے ہونے مین علم کا تابع ہے ایسے ہی معجزات علمیہ معجزات عملیہ سے بڑھکر ہون گے اور چونکہ علم سے اوپر اور کوئی ایسی صفت نہین کہ جیسے علم ارادہ قدرت وغیرہ صفات پر حاکم ہے یعنی بے اُس کے کوئی صفت کسی کام کی نہین ایسے ہی علم پر وہ صفت حاکم ہو اسیلیے علم خاتم صفات حاکمہ ہوگا اور اسیلیے اس صفت کا اعجاز اُس شخص کو دیا جائیگا جو خاتم الانبیا ہوگا یہی وجہ ہوئی کہ قرآن شریف سوا رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو نہین ملا ۱۲ منہ [ف۲] پھر اسپر یہ اور تماشا ہے کہ یہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے اور معجزون مین یہ بات کہان مخالفون کے اسکات کے لیئے اس سے بڑھکر اور کون سی دلیل ہوگی اور ہر سند روایات اہل اسلام ایسی عمدہ کہ کسی مذہب و ملت مین یہ بات نہین بالجملہ جو وجہ ثبوت اور اغیار کے اتباع اپنی انبیاء کے نبوت کی نسبت دے سکتے ہین اُس سے بہتر ہم سے لیتے جائین روایتون سے عمدہ معجزات اور دلائل سے عمدہ ۱۲ منہ [ف۳] باوجود اس شہرت دانش کے ایسی غلطی کا باعث یہ ہے کہ ہمہ تن دنیا کی طرف مائل ہین سو جیسے آنکھ سے اُسی طرف دیکھ سکتے ہین جس طرف آنکھ ہو اسی طرح عقل سے بھی اُسی چیز کو سمجھ سکتے ہین جس طرف عقل متوجہ ہو اور جب نصارا ہمہ تن دنیا کی طرف متوجہ ہوئے تو امور آخرت مین یون ہی ٹھوکرین کھائین گے کوئی تثلیث کا قائل ہے کوئی توحید و تثلیث دونون کا منکر ہے نرا ملحد ہے آج کل انگلستان مین خصوصا اور تمام یورپ مین عموما الحاد کا زور شور ہے لاکھون آدمی دہریہ ہین اور ہوتے جاتے ہین نہ خدا کو جانتے ہین نہ حضرت عیسی کو مانتے ہین فقط ہوا و ہوس کے پابند ہین نہ اون کے نزدیک کوئی چیز حلال ہے نہ حرام نہ کوئی مذہب ہے نہ کوئی دین ہان پادری لوگ جنکی روٹی اسی پر ہے کہ دین عیسوی کی برائے نام منادی کر

محتاج تو پادری صاحب بھی مخلوق خدا اور خدا کے محتاج پادری صاحب انسان تو چمار بھی انسان
پادری صاحب کی دو آنکھین تو چمار کی بھی دو آنکھین پادری صاحب کی ایک ناک اور دو کان تو اُنکی
بھی ایک ناک اور دو کان ان کے دو ہاتھ تو اُس کے بھی دو ہاتھ چمار کو بھوک پیاس لگتی ہی تو پادری
صاحب بھی اس بلا مین مبتلا ہین چمار کو بول و براز کی حاجت ہی تو پادری صاحب کو بھی یہ حاجت
ستاتی ہے غرض ذاتی باتون مین کچھ فرق نہین دونون یکسان ہین اگر فرق ہے تو دولت حشمت
وغیرہ خارجی باتون مین فرق ہے اس اتحاد پر تو پادری صاحب کو یہ نخوت ہی کہ چمار کہدیجیے تو تھامے
نہ تھمین اور خدا تعالی کو بشر کے ساتھ کچھ اتحاد نہین بشر کو خدا کے ساتھ کچھ مناسبت نہین کچھ نسبت
نہین اُس کا وجود خانہ زاد بشر کا وجود اُسی سے مستعار وہ خدا یہ بندہ اس پر خدا کو بشر کہے جاہین
اور ہرگز نہ شرمائین منحوس کیسا ظلم صریح کرتے ہین اور ہرگز نہین ڈرتے عاقلان فرنگ کو کیا ہو گیا
اجتماع النقیضین اور اجتماع الضدین کا بطلان ایسا نہین جو کوئی نہ جانے پھر اسپر انسانیت اور اُلوہیت کے
اجتماع کی تسلیم مین کچھہ تامل نہین یہ تو ایسا قصہ ہی جیسا یون کہئے کہ ایک شے نور بھی ہے ظلمت بھی ہے
گرمی بھی ہے سردی بھی ہے موت بھی ہے حیات بھی ہے وجود بھی ہے عدم بھی ہے کیونکہ انسانیت
کو مخلوقیت اور احتیاج لازم اور اُلوہیت کو استغنا اور خالقیت ضرور ہی یہ دونون ضدین مجتمع ہون
تو کیونکر ہون مگر اس پر بھی اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ چلی جاتی ہے اگر انصاف سے دیکھیے تو شیطان
فرعون و نمرود و شداد وغیرہ کی نسبت کسی بیوقوف کو گمان اُلوہیت ہو تو اتنا بعید از عقل نہین جتنا
حضرت عیسی اور دیگر انبیاء کرام یا اولیاء عظام کی نسبت یہ خیال خام دُور از عقل ہے کیونکہ حضرت
عیسی وغیرہ انبیاء اولیا تو برابر ساری عمر اپنی عبودیت اور عاجزی کا اقرار کرتے رہے اور سجدہ وغیرہ
اعمال بندگی جنسے انکار الوہیت مثل آفتاب نمایان ہی بجا لاتے رہے ہان شیطان فرعون نمرود وغیرہ
البتہ مدعی الوہیت ہوئے اور کبھی وہ کام نہ کیا کہ جس سے بندگی کی بو بھی آئے اُن کو اگر کوئی نادان خدا
سمجھے تو خیر سمجھے پر اُس شخص کو خدا سمجھنا جو خود مقر عبودیت ہو طرفہ ماجرا ہے حق یہ ہی کہ آج کل کے
عیسائی حقیقت مین عیسائی نہین واقعی عیسائی اگر ہین تو محمدی ہین حضرت عیسی کے جو عقیدے تھے

وہ محمدیون کے عقیدے ہین وہ بھی خدا کو وحدہ لاشریک لہ کہتے رہے اور کبھی تثلیث کا دعویٰ نہ کیا
محمدی بھی یہی کہتے ہین حضرت عیسیٰ بھی اپنے آپ کو بندہ سمجھتے رہے چنانچہ انجیل موجود ہے محمدی بھی
اُن کو بندہ ہی سمجھتے ہین علاوہ برین اُن کی شان مین ہرگز کسی قسم کی گستاخی نہین کرتے نہ اُنکی نسبت
ملعون ہونے کی خیال کو دلمین جگہہ دیتے ہین اور نہ احتمال عذاب کو اُن کی نسبت ممکن الوقوع سمجھتے
ہین بلکہ جو شخص حضرت عیسیٰ کی نسبت اس قسم کے عقیدے رکھے اُس کو دشمن دین و ایمان اور بے دین
اور بے ایمان سمجھتے ہین اور حضرات نصرانیون کا یہ حال باوجود مخالفت اعتقاد یہ سب کچھہ گستاخیان
بھی کیے جاتے ہین اور پھر اپنے آپ کو عیسائی کہے جاتے ہین کبھی یہ ترقی کہ خدا بنا دیا کبھی یہ تنزل کہ عذاب
مین پہنچا دیا اب پادری صاحب انصاف فرمائین کہ حضرت عیسیٰ کا اتباع ہم کرتے ہین یا وہ کرتے ہین
باقی رہا پادری صاحب کا یہ فرمانا کہ عیسائی عملداری سے پہلے ہندوستان مین یہ لوٹ مار تھی کہ چورون
قزاقون سے بچنا ایک امر محال تھا اور جب سے عیسائی عملداری آئی جب سے یہ امن و امان ہے کہ سونا
اُچھالتے چلے جاؤ کوئی شخص یہ نہین پوچھتا کہ تم کون ہو اس ارشاد سے مجھہ کو کمال درجہ حیرت ہے اگر
یہ بات اور کوئی صاحب فرماتے تو فرماتے پادری اسکاٹ صاحب کی معقول دانی پر یہ استدلال کمال
تعجب انگیز ہے مین نے تو جب سے یہ سُنا تھا کہ پادری صاحب معقول مین ماہر ہین صلہ تصنیف رسالہ منطق
مین سرکار سے پانسو روپیہ انعام پا چکے ہین یون منتظر تھا کہ دیکھیے کیا کچھہ ہون گے مگر انہون نے یہ
ایسی بات کہی کہ کوئی معقول دان ایسی بات نہ کہے کیا پادری صاحب نے کتب منطق مین یہ نہین دیکھا کہ استدلال
انی ناتمام ہوتا ہے وضع تالی منتج وضع مقدم نہین ہوتی آثار سے مؤثر پر استدلال نہین ہوسکتا پھر اگر گرم
پائین تو یہ نہین کہہ سکتے کہ آگ ہی سے گرم ہوا ہے یہ بھی تو احتمال ہے کہ آفتاب سے گرم ہوگیا ہو الغرض
اثر کی جانب عموم کا احتمال ہوتا ہے اس لیے اُس کے وسیلہ سے کسی خاص مؤثر پر استدلال نہین ہوسکتا
پھر پادری صاحب نے یہ کیونکر کہدیا کہ یہ امن و امان عیسائی عملداری ہی کی برکت ہے نہین اس امن و امان کی
علت بجز پاس ملک و آرزوئے ترقی تجارت اور کچھہ نہین مذہب سے اسبات کو کچھہ علاقہ نہین ادہر ہم دعوی
کرتے ہین کہ ہمارے خلفاء کے زمانے مین وہ امن و امان تھا کہ کبھی نہوا ہوگا یہی بات دلیل حقانیت مذہب ہے

تو دین محمدی ہی بدرجہ اولی حق ہوگا علاوہ برین کچھہ گناہ اس چوری اور قزاقی ہی مین منحصر نہین جو یہہ
خیال ہو کہ بہ برکت دین عیسوی گناہون سے نجات میسر آگئی انجیل و توریت مین خنزیر کی حرمت موجود ہے
ہم دعوے کرتے ہین کہ اہل اسلام مین سے کوئی شخص سور کا گوشت نہین کھاتا جو اس جرم کا الزام اُس کے
سر پر آئے اور نصرانیون مین شاید ایسا کوئی ہو جو اس گناہ سے بچا ہوا ہو توریت انجیل مین شراب کی ممانعت
موجود ہے اور ہم دعوے کرتے ہین کہ اہل اسلام مین بہت کم اس بلا مین مبتلا ہون گے اور نصرانیون مین
بہت کم آدمی اس بلا سے بچے ہوئے ہون گے علی ہذا القیاس سرکار کی عملداری مین زنا کی جسقدر کثرت ہوئی
ہے اسقدر کبھی نہوئی ہوگی جس پر خاص لندن اور انگلستان کا حال تو پوچھیے ہی نہین کیا پادری
صاحبون کو لندن کے اخبارون کی ابتک خبر نہین کہ وہ کیا لکھتے ہین ہر روز کیسی سو بچے ولد الزنا پیدا
ہوتے ہین اور صبح کو راستون پر پڑے ہوئے ملتے ہین یہ باتین گناہ نہین تو اور کیا ہے علی ہذا القیاس
اور بہت سی ایسی باتین ہین جو از روئے توریت و انجیل ممنوع ہین اور نصرانیون مین مروج ہین پھر کیونکر
یہہ سمجھے کہ ببرکت دین عیسوی ہندوستان سے چوری قزاقی اسلیے موقوف ہوگئی کہ اس دین کا
اثر یہی ہے کہ گناہون سے آدمی محترز ہو جائے اس تقریر مین وقت مقرر ختم ہوگیا اسلیے مولوی صاحب تو
بیٹھے اور پادری محی الدین پشاوری کھڑے ہوئے اول تو مولوی صاحب کیطرف مخاطب ہوکر یہہ
فرمایا کہ آپنے کل بھی بعض کلمات سخت کہے تھے اور آج بھی آپنے بعض کلمات سخت بیان کیے مطلب یہ تھا
کہ پہلے دن تو مولوی صاحب نے الحاقات انجیل کو وقت اثبات تحریف بول و براز سے تشبیہ دی اور اسوقت
پادری صاحب کو چمار سے تشبیہ دی گئی اس پر غالباً مولوی صاحب نے اپنی جگہہ پہ بیٹھے ہوئے یہ فرمایا
کہ یہہ گستاخی نہین مثال فرضی مین گستاخی نہین ہوتی خیر یہ تو اوپر کی بات تھی پادری صاحب نے شکایت
گستاخی کے بعد بلکہ اس گستاخی کی پاداش مین کسیقدر تیز و تند یعنی چین بجبین ہوکر اور یہ فرماکر کہ ہم تمھارے
ان سوال کا لحاظ کرتے ہین یہ فرمایا کہ آپ جو حضرت عیسیٰ کی الوہیت پر اعتراض کرتے ہین دیکھیے تمھاری ہی
کتاب روضۃ الانبیا مین جس کے مصنف کا نام ریاض الدین رومی ہے اور وہ کتاب اہل اسلام کے
نزدیک معتبر ہے حضرت عیسیٰ کی الوہیت کو خوب ثابت کیا ہے اور یہ کہکر ایک عبارت عربی جسمین چپانہ الفاظ صحیح

نہ اعراب ٹھیک نہ کلمات مین ربط بنام نہاد حدیث بیان کی ہرچند وہ عبارت بجنسہٖ یاد نہین ہے مگر اتنی
بات یاد ہے کہ اول اُنھون نے عبداللہ بن عمر عین کے پیش اور رے کی تنوین کے ساتھ لکھ کے
واقفان عربیہ کو ہنسا ہنسا کر ایک عبارت پڑہی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے
ہین کہ حضرت عمر نے ایک شخص سے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے
تھے کہ سوائے خدا کسی کو سجدہ نہ کرنا چاہیئے مگر حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو لوگون نے پوچھا کہ اس کی
کیا وجہ آپنے فرمایا حضرت آدمؑ مین شان اُلوہیت تھی یہی وجہ تھی کہ فرشتون نے انکو سجدہ کیا اور حضرت عیسیٰؑ
کی شان مین اللہ جلشانہ فرماتا ہے ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عیسیٰؑ
مین بھی شان اُلوہیت ہی اسلیئے اُن کو سجدہ کرنا چاہیئے اور اگر مین اُن کے سامنے ہوتا تو اُن کو سجدہ کرتا غرض
اس قسم کے کلام بے سروپا بیان فرما کے یہ فرمایا کہ ہم حضرت عیسیٰؑ کو انسان کامل اور معبود کامل دونون کہتے
ہین اور اُن مین دونون وصف انسانیت اور الوہیت پورے پورے ہمارے عقیدہ کے موافق موجود ہین
اوصاف قدوسیت اور بے نیازی توجہت اُلوہیت سے اُن مین موجود تھی اور حاجت بول و براز بھوک
پیاس وغیرہ منافیات قدوسیت وغیرہ جہت انسانیت سے اُن مین موجود تھی یہ اوصاف منافیت
قدوسیت اُن مین جہت انسانیت سے تھے نہ جہت اُلوہیت سے اور حاضران جلسہ مین سے ایک
صاحب کا یہ بھی بیان ہی کہ یہ بات انہین پادری صاحب نے اس وقت فرمائی تھی کہ حضرت عیسیٰ کی
اُلوہیت کی ایسی مثال ہے جیسے لوہے کو آگ مین گرم کر لیجیئے تو وہ بھی ایک آگ ہی بن جاتا ہے مگر
راقم الحروف کو یہ یاد نہین آتا کہ یہ بات کس نے کہی تھی مگر ہرچہ بادا باد پادری صاحب تو زور مار کر بیٹھے
اور مولوی محمد قاسم صاحب کہڑے ہوئے اول تو یہ فرمایا کہ وہ ریاض الدین رومی بھی ایسے ہی ہونگے
جیسے آپ محی الدین پشاوری ہین آپ کی شکل وصورت بھی مسلمانون ہی کیسی ہے نیچی ڈاڑہی کرتہ
پہنے ہوے ہین نام بھی مسلمانون ہی کا سا ہے آپ کو بھی کوئی دیکھے اور نام سُنے تو مسلمان ہی سمجھے
وہ بھی ایسے ہی ہونگے یہ بات پادری صاحب پر ایسی پھبی کہ دیکھنے والے ہی جانتے ہین اُس وقت
پادری صاحب کو خلاف توقع شرمانا ہی پڑا پھر مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ اہل اسلام اس کتاب امراس

مصنف کو جانتے بھی نہین قرآن شریف کی آیت یا صحاح ستہ وغیرہ کی روایت ہوتی تو البتہ موقع
بھی تھا یہ کتنی ناانصافی ہے کہ اپنی طرف سے ایک روایت بنالی اور اُس پر اہل اسلام سے مقابلہ کو
موجود ہوئے اگر یہی انداز ہے کہ کسی کے بزرگون کے نام کوئی عبارت یا روایت لگالی اور مقابلہ کو
پہونچے تو پھر اہل اسلام کو بھی بہت گنجایش ہے یہان اگر اس روایت کو پادری صاحب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے حضرت عیسے کی اُلوہیت ثابت کرتے ہین تو ہم بدستاویز انجیل
برنباہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت کرینگے انجیل برنباہ مین صاف رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی بشارت موجود ہے غرض اگر روایت مشار الیہ سے حضرت عیسے کی اُلوہیت ثابت ہوتی
ہے تو انجیل برنباہ کی آیت بشارت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت ہوتی ہے
پھر کیا انصاف ہے کہ ہم پر تو ایسی روایات سے الزام لگانے کو تیار ہین اور آپ انجیل برنباہ کی آیت کو
نہ مانین علاوہ برین یہ عبارت ہی خود اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ روایت جعلی ہے نہ الفاظ صحیح
ہین نہ اور کوئی بات ٹہکانے کی ہے اہل زبان کا یہ کام نہین کہ ایسی مہمل عبارت ناکارا موہنہ سے نکالین
اس کے موضوع ہونے مین کچھہ شک و شبہ نہین ہمکو الزام دینا منظور ہے تو ہماری کتب معتبرہ سے دینا
چاہیئے قرآن شریف کی آیت لایئے یا صحاح ستہ وغیرہ کتب معتبرہ مشہورہ احادیث کی روایت دکھلایئے
ہماری تمام کتب معتبرہ مشہورہ مین سجدہ غیر کی ممانعت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بندہ ہونیکا
دعوے ایسا کہلا کہلا بکثرت لکہا ہے کہ سب جانتے ہین کوئی مذہب ایسا نہین کہ اہل اسلام کے
اس اعتقاد اور اُن کے تمام کتب کی شہادت اس اعتقاد پر نہ جانتا ہو غرض قرآن شریف اور تمام کتب
احادیث جو ماخذ اعتقاد اہل اسلام ہین حضرت عیسیٰ کے بندے ہونے اور خدا ہونے سے ملا مال
ہین پھر کس موہنہ سے پادری صاحب نے اس روایت کو پیش کیا اپنے گھر کی خبر نہین کہ انجیل برناباہ
کیا کہتی ہے باقی یہ جو پادری صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسے مجمع الجہتین ہین انسان کامل بھی
ہین اور معبود کامل بھی جہت انسانیت سے اکل و شرب مرض موت بول براز اون کو لاحق تھے اور
ورب بے نیازی و قدوسیت وغیرہ جہت اُلوہیت سے اُن کو حاصل تھی سو یہ ایک ایسی مہمل بات ہے کہ

کوئی عاقل اس کو قبول نہین کر سکتا جیسے باپ بیٹا اور بیٹا باپ نہین ہو سکتا ایسے ہی بندہ خدا اور
خدا بندہ عابد معبود اور معبود عابد نہین ہو سکتا وہ محال ہے تو یہ بھی محال ہے اور اگر بفرض محال
یہ احتمال تسلیم بھی کیا جاے خدائی اور بندگی دونون حضرت عیسے مین مجتمع مان لی جاوین تو باین لحاظ
کہ اس صورت مین الہ اور انسان ایک ذات واحد عیسوی ہوگی اور یہ دونون حسب زعم نصاری
اُن مین حقیقی ہون گے تو انسانیت کے عیوب اور نقصانات سب کے سب جہت اُلوہیت کو لاحق
ہون گے اور ایسی صورت ہو جائیگی جیسے کرتہ انگرکہہ وغیرہ کرنہ انگرکہہ وغیرہ بھی ہوتا ہے اور کپڑا
بھی ہوتا ہے انگرکہہ وغیرہ اگر ناپاک ہو جائے تو کپڑا بھی ناپاک ہو جاتا ہے اور کپڑا اگر ناپاک ہو جائے
تو انگرکہہ وغیرہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے غرض اگر ایک ناپاک ہو جاتا ہے تو دوسرا بھی ساتھی ناپاک ہو جاتا ہے
وہ ہرگز پاک نہین رہ سکتا اگر اسی طرح بالفرض والتقدیر اُلوہیت اور انسانیت ذات عیسوی مین مجتمع
ہو جائین تو عیوب انسانیت خواہ مخواہ الوہیت کو لاحق ہون گے وہ اُن عیوب سے منزہ نہین رہ سکتے
یہان تک تو اُن باتون کے جواب مین جنکو ہم یقیناً کہہ سکتے ہین کہ پادری محی الدین نے بیان کی تہین
رہی وہ بات جس مین ہمکو شک ہے کہ قائل اسکا کون تھا یعنے یہ بات کہ حضرت عیسے کی اُلوہیت کی
صورت ایسی ہے جیسے لوہے کو آگ مین تھوڑی دیر ڈالے رکہتے ہین تو وہ بھی آگ بنجاتا ہے اسبات کے
جواب مین خواہ پادری محی الدین کی کہی ہوئی ہو خواہ کسی اور کی غالباً مولوی صاحب نے یہ فرمایا تھا
کہ اس مثال سے صاف یہ بات عیان ہے کہ خدا ایک ہی متعدد نہین اور حضرت عیسے بندہ ہین خدا
نہین وجہ اس کی یہ ہے کہ لوہا دیکہنے مین ظاہر پرستون کو ہمرنگ آتش نظر آتا ہے پر حقیقت مین
اُسوقت بھی وہ لوہا لوہا ہی رہتا ہے آگ نہین ہو جاتا ہے فقط پرتوہ آتش سے اُس کا رنگ
بدلجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آگ سے علیحدہ کر لیجیے تو پھر وہ لوہا اپنی حالت اصلی پر آجاتا ہے اگر واقعی
آگ ہو جایا کرتا تو انگارون کی طرح ساتھ رہتا یا علیحدہ ہوتا تو دونون حالتون مین یکسان رہتا
اور شاید اسی اعتراض کے وقت بھر دسنے کے مولوی صاحب نے کرسی سے کھڑے ہو کر یہ کہدیا تھا
کہ دیکھیے پادری صاحب اسوقت تثلیث سے انکار کرتے ہین اور مین جانتا ہون کہ وجہ اسکی یہی

تھی جو اوپر مذکور ہوئی اس کے بعد مولوی صاحب بیٹھے پر کسی پادری صاحب کو یہ حوصلہ نہوا کہ
ان اعتراضون کا جواب دیتا یا اُن جوابون پر نقض کرتا جو مولوی صاحب سے سنے تھے ہان اتنا ہوا کہ
پادری نولس صاحب کھڑے ہوئے اور دیر تک چلا چلا کر اپنے مذہب کے فضائل بے دلیل بیان
کرتے رہے یا وہی پہلے مضمون اعادہ کرتے رہے بلکہ الفاظ کا پھیر تھا ورنہ اُسی تقریر اول کا اعادہ
تھا کوئی نئی بات بھی نکہی چہ جائیکہ اعتراضون کا جواب دیتے غرض پھر کوئی ایسی بات کسی نے نہ کہی
جو سننی سنانے کے قابل ہو بجز سمع خراشی اور کچھہ نتھا البتہ قابل بیان دو باتین اور تہین جنکا وقت
اور موقع یاد نہین رہا فقط وہ باتین یاد رہگئی ہین ایک تو یہ کہ کسی موقع مین پادریون کی طرف سے
صبح کے جلسہ مین یا تیسرے پہر کے جلسہ مین کسی نصرانی نے اتفاقاً شیطان کا ذکر کیا تھا اور غالباً
غرض یہ ہوگی کہ گناہ کا باعث شیطان ہے اس پر پنڈت صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ دنیا کے بادشاہ
بھی اتنا تو انتظام کر لیتے ہین کہ اگر اُن کے مُلک مین کوئی لٹیرا یا قزاق کھڑا ہو جاتا ہے تو اُس کو
گرفتار کر لیتے ہین اور قتل کرا دیتے ہین اور یہ تو کوئی بادشاہ بھی نہین کرتا کہ اپنے ملک مین ڈاکو اور
قزاق اپنی طرف سے چھوڑ دے کیا خدا کی طرف یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ملک مین دین کا قزاق
چھوڑ دے اور اُس کو اسی کام پر مقرر کر دے اُس کو تو یہ مناسب تھا کہ اگر بالفرض والتقدیر ایسا ہوتا
بھی تو اُس کو گرفتار کر الیتا نہ یہ کہ اُلٹا اپنی طرف سے اس کام کے لیئے اُس کو مقرر کرتا اس کے بعد
پادری نولس صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ اگر پنڈت جی شیطان کا انکار کرتے ہین تو یون کہو کہ یہ سب بُرائی
خدا تعالے کرتا ہے کیونکہ اس صورت مین کم سے کم اتنا تو کہنا پڑیگا کہ ایسے بُرے آدمی خدا نے پیدا
کیئے جنسے بُرے کام ظہور مین آئے غرض اگر شیطان کو نہ مانا جائے اور بُرائی کو آدمیون کے حق مین
ذاتی کہی جائے تو یہ بُرائی دُور تک پہنچیگی کیونکہ اس وقت بُرائیون کا خالق خدا کو کہنا پڑیگا دوسری ایک
اور بات بھی ایسی ہی ہے کہ اُس کا موقع یاد نہ رہا جس کی وجہ سے اُس کے لکھنے کا اتفاق نہوا اور
حقیقت مین لکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ پادریون مین سے کسی نے کسی بات کے بیان مین کہین
جنت کا ذکر کر دیا تھا اُس پر پنڈت صاحب نے یہ فرمایا تھا کوئی تبلائے تو جنت کہان ہے اس پر

مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنی جائے پر بیٹھے ہوے یہ فرمایا کہ پنڈت صاحب اگر ہمکو وقت تقریر دیا جائیگا تو انشاء اللہ ہم آپ کو تبلا دینگے مگر اُس کے بعد پھر وقت ہی نہ ملا بلکہ پادری نولس صاحب کے خاموش ہونے کے بعد جو مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے تو پادریون نے ایسی ہٹ دھرمی کی جسکا کوئی ٹھکانا نہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہنوز چار بجنے مین بھی کسیقدر دیر تھی اور بایں وجہ کہ شروع جلسہ مین آدھ گھنٹا اس تکرار مین ضائع ہو گیا تھا کہ اس وقت کون سے سوال پر بحث ہونی چاہیئے یہ ٹھیر گئی تھی کہ آدھ گھنٹہ چار کے بعد بڑھا دیا جائے اور اہل اسلام نے بھی یہ کہہ لیا تھا کہ خیر آج ہم ساڑھے چار بجے ہی نماز پڑھینگے ابھی آدھے گھنٹے کی اور گنجایش تھی مگر اسپر بھی پادری لوگ کھڑے ہوگئے اور یہ کہا جلسہ کا وقت ختم ہو گیا مولوی صاحب اور منشی پیارے لال صاحب اور نیز اور اہل اسلام نے ہر چند اصرار کیا کہ زیادہ نہیں دو چار منٹ جو چار بجنے مین باقی ہین انہین مین ہم کچھ کہہ لینگے مگر پادری صاحبون نے ایک نہ سُنی اہل اسلام کا غلبہ یون تو تقریرات گزشتہ سے ثابت ہی تھا پر یہ انکار و اصرار اُن کے غلبہ اور عیسائیون کی شکست کے لیے ایسا ہو گیا جیسا غنیم کا میدان سے بھاگ جانا ہوا کرتا ہے پھر اس سطرہ یہ ہی کہ اُس سرآسیمگی اور پریشانی مین جو رنج پنہانی کے باعث پادریون کو لاحق تھی پادری لوگ اپنی بعض کتابین بھی وہین چھوڑ گئے اُن کے اُٹھانے کی بھی ہوش نہ رہی القصہ اُس وقت پادریون کو بجز اس بات کے اور کوئی بات اپنی دامن گزاری کے لیے سمجھ مین نہ آئی اور پادریون کا یہ کھڑا ہو جانا اُس وقت ہندون کے لیے غالباً غنیمت معلوم ہوا وہ بھی اُن کے ساتھ ہو لیئے پر یہ بات عام و خاص کی نگاہون مین اہل اسلام کے غلبہ پر اور بھی دلیل کامل ہو گئی مگر جب مولوی صاحب نے یہ دیکھا کہ حضرت عیسائی کسی راہ نہین مانتے تو مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ اچھا آپ نہ سنیئے ہم اپنی طرف سے بیان کیے دیتے ہین مگر پادری صاحبون نے بغرض برہمی جلسہ شور کرنا شروع کر دیا ایک طرف تو ایک صاحب انجیل لیکر کھڑے ہو گئے اور ایک طرف کچھ انکار اور اصرار کا شور تھا اس لیئے اس وقت تو مولوی صاحب بایں خیال کہ ناحق تمام حصر وقت پر ہوتی ہے نماز کے لیئے تشریف لے گئے اور پھر نماز سے فارغ ہوتے ہی

اُسی موقع پہنچکر اُس چوکی پر جس پر گفتگو کرنے والے کھڑے ہوا کرتے تھے کھڑے ہوئے دیکھتے
ہی اطراف وجوانب سے لوگ آپہنچے مولوی صاحب نے اول یہ فرمایا کہ ہمنے ہر چند چاہا کہ پادری صاحب
ہماری ایک دو بات سُن لین پر چونکہ اہل اسلام سے عہدہ برائی کی امید نظر نہ آئی تو انجام کار
یہ کام کیا اور بعد اس کے اس قسم کی باتین فرمائین کہ اہل جلسہ کو یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ اہل
اسلام کے اعتراضون کا کسی نے جواب نہ دیا اور اہل اسلام نے سب کے اعتراضون کا جواب ایسا
دیا کہ پھر کسی کو جواب نہ آیا اور پھر کچھہ ایسا کہا کہ اب بروے انصاف رسول اللہ صلعم کی رسالت ثابت
ہوگئی اور کسی شخص کو بروے انصاف کوئی عذر باقی نہین رہا اور اسی ضمن مین پادری صاحب کی
اُس تقریر کا جواب دیا جو اُنہون نے اعادہ کرکے بیان کی تھی مگر چونکہ اُن جوابون کے مضمون
بھی قریب قریب اُنہین جوابون کے تھے جو مولوی صاحب اول دے چکے تھے اس لیئے اُن کے
لکھنے مین بجز تطویل اور کچھہ چندان حاصل نہین مگر یہان پادری لوگ گھبراہٹ مین جو دو کتابین چھوڑکر
چلے گئے تھے جس وقت مولوی صاحب نے بعد نماز پھر کچھہ بیان کرنا شروع کیا تو اُس وقت پادری
جان ٹامس گھبرائے ہوئے آئے اور یہ کہا کہ ہماری دو کتابین رہگئین حاضران جلسہ نے کہا پادری
صاحب ایسے کیون گھبرا گئے تھے کہ کتابین بھی چھوڑ گئے الغرض مولوی صاحب بعد الفراغ وہان سے
چلے اور لوگون کا یہ حال تھا کہ کوئی واہ واہ کہتا جاتا تھا کوئی سلام کرتا تھا راقم الحروف نے دیکھا
کہ اُس وقت بعض ہندوؤن نے یہ کہا کہ واہ مولوی صاحب اور بعض ہندو آتے تھے اور مولوی صاحب
کو سلام کرتے تھے بالجملہ اہل اسلام کا غلبہ اُسوقت سب کے نزدیک آشکارا تھا اس کے بعد دیکھا کہ
پادریون نے چلنے کی تیاری کر دی اور وعدۂ وعظ جو چار بجے پر ٹھیرا تھا وفا نہ کیا ادہر سنٹیٹ صاحب
اور منشی اندرمن صاحب چاندا پور کو چلدیئے اس لیے بمجبوری اہل اسلام نے بھی قصد روانگی کیا
کیونکہ ٹھیرنے کی ضرورت نہ ہی ادہر جنگل مین ہر قسم کی تکلیف تھی بارش اولون وغیرہ کا اندیشہ
تھا پھر کس لیئے وہان رہکر تکلیف اٹھاتے کچھہ دن رہے وہان سے روانہ ہوئے اور حسب خواہش
مولوی محمد طاہر صاحب اون کے مکان پر فروکش ہوئے مگر وہ اون کی مہمان نوازی اور دلجوئی اوس وقت

آنکھون مین پھرتی ہے صبح کو مولوی محمد علی صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے گو نام اُن کا راقم کو معلوم نہین پر اہل اسلام مین سے تھے اور کیفیت ملاقات سے یون معلوم ہوا کہ مولوی محمد علی صاحب سے کسی قسم کا سابقہ اور ربطہ تھا چونکہ چاندا پور کے میلے ہی کا افسانہ ہو رہا تھا تو اُنہون نے بھی فرمایا کہ منصف صاحب فرماتے تھے اوّل روز مین بھی اُس وقت پہنچگیا تھا جس وقت مولوی محمد قاسم صاحب نبوت کے متعلق تقریر کر رہے تھے وہ تقریر مجھکو نہایت ہی درجہ پسند آئی اُس کے بعد مولوی صاحب نے پادری صاحب کو تو ایسا ذلیل کیا کہ غیرت ہو تو مونھہ نہ دکھائین اور مجھکو بڑا تعجب آتا ہے کہ مولوی صاحب کی اور میری ملاقات کبھی نہین ہوئی پھر نہ معلوم اُنہون نے کس طرح مجھکو پہچان لیا جو بار بار میری طرف اشارہ کر کے یون کہتے تھے کہ منصف صاحب ہی ہمارے حکم رہے اور شاید اوسی روز پادری اسکاٹ صاحب مولوی عبد المجید صاحب کو بازار مین ملگئے مولوی صاحب کا بیان ہے کہ مین نے پادری صاحب سے کہا آپ نے وقت تقریر کوئی بات ایسی بات نہ کہی جو معقول ہوتی پادری صاحب نے فرمایا مجھکو موقع نہ ملا اس کے بعد جناب مولوی محمد قاسم صاحب کی نسبت تو یہ فرمایا کہ مولوی صاحب مولوی نہین صوفی مولوی ہین اور اس قسم کا علم اب اہل اسلام مین نہین رہا اور پھر یہ کہا کہ کوئی شخص الٰہیات مین اہل اسلام کا ہم پلہ نہین اوسی روز یہ بھی ہوا کہ غالباً مولوی محمد قاسم صاحب نے مولوی محمد علی صاحب سے عرض کیا کیا کہیے منشی اندرمن کی اور آپ کی گفتگو نہوئی وہ کچھہ بولے ہی نہین یہ ارمان دل کا دل ہی مین رہا اگر آپ فرمائین تو مولوی محمد طاہر صاحب کی معرفت اُن کو ایک خط اس مضمون کا لکھا جائے مولوی محمد علی صاحب نے فرمایا مین نے تو ایک بڑے مسٔلہ مین یعنی قدم عالم مین کچھہ مختصر گفتگو شروع کی بھی تھی اور یہ مسٔلہ ایک بڑا مسٔلہ منجملہ عقائد لالہ اندرمن ہے اسی پر بنا تناسخ ہے جو اون کے نزدیک منجملہ عقائد ضروریہ ہے مگر وہ ایسے خاموش بیٹھے رہے کہ کھڑے بھی نہوے اور پنڈت دیانند صاحب کی تقریر سے بھی بطلان قدم عالم اور بطلان اقوال لالہ اندرمن مندرجہ

تاب تحفۃ الاسلام وغیرہ ظاہر تھا بس اب ولنسے مباحثہ کی کیا ضرورت ہی اور اگر آپکو منظور ہی تو مین شاہجہانپور رہتا ہون
ہون آخر لالہ اندرمن بھی اسی راہ سے مراد آباد کو جاوینگے آپ انکو لکھ بھیجیے چنانچہ مولوی محمد طاہر صاحب نے انکو لکھا کہ
پ براہ کرم بہمراہی پنڈت دیانند صاحب تشریف لا کر قبول دعوت سے مرہون منت فرمائین اس تقریب مین آپکے اور
مولوی محمد علی صاحب کے مباحثہ کا بھی جلسہ ہو جائیگا مگر اونہون نے شاہجہانپور آنے سے انکار کیا اور چونکہ صاف انکار
بی تو ہین تھی تو یہ لکھا کہ آپ ہی مولوی صاحب کو لیکر یہان تشریف لے آئین اسپر مولوی محمد طاہر صاحب نے باشارہ مولوی
محمد قاسم صاحب حسب صلاح مولوی محمد علی صاحب پھر مکرر لکھا کہ جنگلمین مور ناچا کسنے دیکھا وہان کا مجمع برخاست ہو گیا اب
وہان کون ہی جو مباحثہ کا لطف اوٹھائیگا آپ فرماتے تو تھے ہی کہ ایک دو روز مین شاہجہانپور ہو کر مراد آباد جاؤنگا
لراثنا راہ مین یہ جلسہ اور ہو جاے تو بہتر اولی یہان بوجہ شہرت مجمع بھی کثیر ہو جائیگا مگر اونہون نے پھر بھی انکار ہی کیا اور
لہا مین آپکے مکانپر نہین آتا ہان اگر منشی گنگا پرشاد ہوتے جنکی تبدیلی عہدۂ ڈپٹی کلکٹری پر مقام شاہجہانپور ہو گئی ہی تو انکے
مکانپر مین آسکتا تہا خیر یہان تو نہین مراد آباد مین میری اور مولوی محمد علی صاحب کی گفتگو ہو جائیگی اس انکار مکرر کو سنکر دلو بند
میرٹھ دلی خورجہ وغیرہ مقامات کے رہنے والے صاحب جو شوق مباحثہ مین آئے تھے اور اس چھیڑ چھاڑ کو سنکر ٹہر گئے تھے چلدیے مگر
ہان اس اثنا مین بعض صاحبون نے مولوی محمد قاسم صاحب سے یہ کہا کہ آپنے پنڈت صاحب کے مقابلہ مین جب اُنہون نے بہشت
کی نسبت یہ فرمایا تھا کہ کوئی شخص ہمین بتلائے تو سہی بہشت کہان ہی یہ فرمایا تھا کہ اگر ہمکو وقت ملیگا تو ہم آپکو بتلا دینگے
سو اوسوقت تو بوجہ تنگی وقت اُسکے بیان کا اتفاق نہوا اور اسوجہ سے دلمین ارمان رہگئے اب یہ عرض ہی کہ اگر آپ بیان فرمائے
تو کیا فرمائے اُسوقت مولوی صاحب نے فرمایا لیجئے اب سُن لیجئے دنیا مین ہم دیکھتے ہین لذتین خالی تکلیف سے نہین اور تکلیفین خالی
راحتونسے نہین منافع خالی مضرتونسے نہین اور مضرتین خالی منفعتونسے نہین کہانا پانی ہر چند سامان راحت اور نفع کی چیز ہی
مگر اوسکے ساتھ پاخانہ پیشاب کی خرابی اور امراض کے نقصان ایسے کچھ ہین کہ کیا کہئے اور کڑوی دوائین اور فصد اور
قطع برید جراح اگرچہ سردست سرمایۂ تکلیف ہی مگر انجام کار کیسی کیسی راحتین اُنکے ساتھ لگی ہوئی ہین اسباب کے دیکھنے سے
یون معلوم ہوتا ہی کہ یہ چیزین بحیثیت آرام و تکلیف و نفع و ضرر ایسے ہین جیسے باعتبار گرمی و سردی و خشکی و تری مزاج مرکبات
عنصری معلوم ہوتا ہی یعنی جیسے وہان اشیاء متضادہ کے اجتماع سے ایک مزاج مرکب حاصل ہو جاتا ہی ایسے ہی یہان بھی
سمجھئے مرکبات عنصری کی ترکیب مین اگر معلوم ہوتی ہی تو ایسی بات معلوم ہوتی ہی کہ گرمی سردی خشکی تری ساری باہم

مرکبات مذکورہ مین معلوم ہوتی ہین ورنہ ترکیب کرتے ہوئے کسنے خدا تعالےٰ کو دیکھا ہی جب ہم اپنے بدنمین دیکھتے ہین کہ قلیل و کثیر یبوست ہی تو یہ سمجھہ مین آتا ہی کہ ہمارے بدنمین جزو خاکی ہی ورنہ اس یبوست کی اور کیا صورت تہی کیونکہ یبوست خاصہ خاک ہی سوا اسکے اور کسی چیز مین یہ بات نہین ہو نہو جزو خاکی کی یہ تاثیر ہی کہ ہمارے بدن مین یبوست پائی جاتی ہی اسیطرح رطوبت بہی کسیقدر نہ کسیقدر اپنے بدنمین موجود ہی اور وہ خاصہ آب ہی اسیلیے یہ بات واجب التسلیم ہی کہ ہمارے بدنمین لاریب جزو آبی ہوگا علی ہذا القیاس ہوا اور آگ کا سراغ نکل آتا ہی مگر یہ بہی ظاہر ہی کہ جیسی یبوست اور رطوبت باہم ضد یکدگر ہین اور آب و خاک اسباتمین مخالف یکدگر ہین ایسے ہی معدن راحت کچہہ اور ہوگا اور مخزن تکلیف کچہہ اور ہوگا جیسی مرکبات عنصریہ باعتبار کمی بیشی رطوبت و یبوست حرارت و برودت مختلف ہین اور اُسکی یہ وجہ ہی کہ کسی مین خاک زیادہ ہی تو کسی مین پانی زیادہ اسیطرح باعتبار راحت و تکلیف کے مرکبات کو خیال فرمائیے کہ اُنکی اصول بہی اسیطرح جُدی جُدی ہونگی اونہین مین سے لیلو اگر سامانہائے آرام و تکلیف کو بنایا ہوگا اور اُن اصول مین ایک ایک بات کے سوا اسیطرح اور کچہہ نہوگا جیسے آب و خاک اصول رطوبت و یبوست مین ایک ایک ہی چیز ہی دوسری چیز نہین اس صورت مین ایک ایسا مقام اور طبقہ ماننا پڑیگا کہ جہان فقط آرام ہو تکلیف اصلا نہو ہم اُسیکو بہشت کہتے ہین ؎ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد — اور ایک ایسا مقام اور طبقہ ہوگا کہ جہان فقط تکلیف ہی تکلیف ہوگی آرام کا نام وہان نہوگا ہم اُسیکو دوزخ کہتے ہین بالجملہ جیسے رطوبت یبوست وغیرہ کیفیات جسمانی کے لیئے ایک جدی جدی اصل اور جدا جدا طبقہ ماننا لازم ہی اسی طرح آرام و تکلیف کے لیئے بہی جدی جدی اصل اور جدا جدا طبقہ ماننا لازم ہی رہی یہ بات کہ وہ کہان ہین اور کدہر ہین یہ سوال از روئے عقل قابل استماع نہین موجود ہونیکے لیے یہ لازم نہین کہ ہمکو معلوم ہی ہو اکر ہے خود اس زمین مین ہزارہا مقامات اور اشیا ایسی ہین کہ ہمکو معلوم نہین اگر زمین اور آسمان کے اندر ہو اور ہمکو معلوم نہو تو کیا محال ہی اور ہو اور زمین آسمان کے باہر ہو تو کیا ممتنع ہی اور اسی تقریر کے ساتہ وجہ ثبوت شیطان و ملائکہ بہی مولوی صاحب بیان کر گئے تفصیل اوسکی یہ ہی کہ آدمی کی رغبت اور توجہ ہر دم فقط نیکی یا بدی ہی کیطرف نہین رہتی کبہی آدمی کا دل نیکی کیطرف راغب ہی تو کبہی بدی کیطرف مائل ہی اس اختلاف رغبت و میلان سے صاف ظاہر ہی کہ ترکیب روحانی بیشک ایسی دو چیزون سے ہوئی ہی جو باہم متضاد ہین ورنہ ایک شئے سے ایسی دو مختلف کیفیتونکا پیدا ہونا ایسا ہی محال ہی جیسے ایک عنصر خاکی یا آبی سے مثلاً یبوست و رطوبت دونونکا پیدا ہونا محال ہی جیسے وہان یہی ضرورت ہی اگر یہ دونو

کیفیتین کہین مجتمع ہوجائین تو دو عنصر مذکور ضرور ہی مجتمع ہونگے ایسی ہی یہان بہی خیال فرمالیجئے پہر جیسے وہان ہر ایک
کیلیے ایک جدا طبقہ ہی ایسے ہی یہان بہی ہر ایک کیلیے ایک جدا ہی طبقہ ہوگا جیسے وہان ہر طبقہ مین ایک ہی خاصیت و کیفیت
ہی ایسے ہی یہان بہی ہوگا اسلیے یہ بات خواہ مخواہ ماننی پڑیگی کہ ایک گروہ تو مخلوقات مین ایسی ہوگی کہ انکی خاصیت اصلی
بہلائی اور نیکی کیطرف رغبت ہوگی یون جیسے بوجہ برف پانی مین برودت آجاتی ہی اونمین بہی اگر بوجہ خارجی برائی کیطرف
رغبت آجائی تو آجائی اور ایک گروہ مخلوقات مین ایسی ہوگی کہ انکی خاصیت اصلیہ برائی کیطرف رغبت ہو یون جیسے خاک مین
بوجہ آب رطوبت آجاتی ہی اگر بوجہ خارجی بہلائی کیطرف رغبت ہوجائی تو ہوجائی پہلی گروہ کو ہم ملائک کہتے ہین اور دوسرے گروہ کو
ہم شیاطین کہتے ہین جیسے مزاج مرکبات عنصریہ مین امداد خارجی سے فرق آجاتا ہی اور ایک خلط کا غلبہ ہوجاتا ہی چنانچہ اسی وجہ سے
گرم غذاؤن اور دواؤن کے کہانیسے گرمی اور سرد غذاؤن کے اور دواؤن کے کہانیسے سردی پیدا ہوجاتی ہی اور مزاج اصلی مین
تغیر آجاتا ہی ایسے ہی یہان بہی بوجہ امداد خارجی رغبت قلبی مین تغیر آجائیگا یون نہ آئیگا بالجملہ ملائکہ اور شیاطین کا وجود یقینی ہی
یہانتک اسوقت مولوی صاحب نے بیان کیا اوسکے بعد مولوی صاحب کی اور تقریرین اسباب مین معلوم ہوئین ہم انکو بہی درج
اوراق کیا جاتا ہی اسلیے یہ گزارش ہی کہ اس تقریر سے تو فقط ثبوت شیاطین و ملائکہ اور ثبوت جنت و دوزخ معلوم ہوا اور بعد
معلوم ہوجانیکے پہر یہ کہنا کہ اگر شیطان کو مانئے تو یہ معنی ہونگے کہ گویا خداوند عالم نے اپنے ملک مین ایک قزاق اپنی طرف سے
چہوڑ دیا ایسا ہی ہوگا کہ گویا پانی آگ ہوا وغیرہ کے نقصانونکو خیال کرکے کوئی شخص باوجود دلالت رطوبت و گرمی
وغیرہ یہ کہی جائے کہ اگر جسم انسانی مین آگ ہو تو یون کہو خدا نے ایسا کیا کہ کوئی شخص اپنے آپ چہپر بنائے اور پہر آپ ہی
اوسمین آگ بہی لگادے نہ یہ تقریر عقل ہی نہ وہ تقریر قیاس الحاصل جیسے باوجود دلالت آثار وجود عناصر مین بوجہ
مذکور تامل کرنا عاقل کا کام نہین ایسے ہی باوجود دلالت آثار مشار الیہ وجود شیاطین مین بوجہ مذکور متامل ہونا اہل
عقل سے دور ہی جیسے ترکیب انسانی عناصر متضادہ سے بدلالت فطرت سلیمہ اسلیے ہی کہ اس ترکیب سے ایک عمدہ نتیجہ پیدا ہوا
جسکو مزاج مرکب کہتے ہین اور جسکے وسیلہ سے ہزارون آثار عجیبہ نمایان ہوئے جو حیوانات مین مشہود ہوتے ہین ایسے ہی ترکیب
عالم مین شیاطین و ملائکہ وغیرہ کا ہونا بیشک ایسی عمدہ نتیجے پیدا کریگا کہ کیا کہئے اور کیون نہو ہر حسن و جمال مین بہلی بری دونو
قسم کی چیزین ہوتی ہین مکان عمدہ وہی ہی جسمین پاخانہ بہی ہو یہی نہین کہ سوائے پاخانہ اور سب چیزین ہوا کرین اور
پاخانہ نہو حالانکہ پاخانہ کا برا ہونا ایسا نہین جو کوئی نہ جانتا ہو آدمی خوبصورت وہی ہی جسمین آنکہ ناک رخسار کیا

رو و مژگان و زلف و خط و خال بھی ہو حالانکہ خط و خال و ابرو اور زلف و مژگان کی بدشکلی انکی رنگ سے ظاہر ہے اگر پاخانہ نہو تو
کان ناقص ہے اور خط و زلف و خال و ابرو و مژگان نہو تو آدمی کا جمال ناتمام ہے جب ایسی ایسی ذرا ذرا سی چیزوں میں ہی اجتماع
ضرورت ہوئی تو ایسے بڑے کارخانہ کو حسن و جمال کیلیے جسکو عالم و جہان کہتے ہین کیونکر اس اجتماع کی ضرورت نہوگی اور نہین تو یہ
بیان عالم مین کہانسے آئین اور یہ تکلیفین کیونکر ظاہر ہوتین القصہ عالم مین برا بھلا آرام تکلیف سب ہی ہوجاتے ہین اور بدلالت آثار
ملی یہ بات ثابت ہو چکی کہ واقعی موجود ہین تو پھر اس قسم کے اعتراض جیسے پنڈت صاحب نے پادری صاحب پر کیے تھے بیشک اہل عقل و
انصاف کے نزدیک صحیح نہونگے اب اور سنیے شاہجہانپور کے بازار مین مولوی صاحب اور انکی رفقاء کو نکلنے کا اتفاق ہوا تو ہندو دوکاندارونکی
ی انگلیان اٹھتی تھین اسکے بعد ضلع سہارنپور مین بعض صاحب وہان سے پھر کر آئے تو مولوی ذوالفقار علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر
ارس سرکاری ضلع سہارنپور ساکن دیوبند نے انسے فرمایا کہ ایک صاحب لیکھراج نام ساکن سہارنپور مین انکو بھی اس قسم کی
تحقیقات کا شوق ہے منشی پیارے لال صاحب سے انکی خط و کتابت بھی تھی اور اس دفعہ وہ خود بھی اس میلہ مین تشریف لیگئے تھے بعد
رجعت میری انکی ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی ویسا ہی بیان کیا جیسا اہل اسلام نے آکر بیان کیا تھا بلکہ اسکی ساتھ یہ بھی
بیان کیا کہ ایک مولوی صاحب قاسم علی نام اسطرف کے تھے انکا حال کیا بیان کیجیے انکے دل پر تو علم کی سرستی بول رہی تھی مولوی صاحب کے
رمانیسے معلوم ہوا کہ سرستی زبان سنسکرت مین علم کی دیوی کو کہتے ہین علی ہذا القیاس بعض صاحب جو بعد اس واقعہ کے ملے تو انسے
معلوم ہوا کہ وہ بھی ساکن شاہجہانپور ہین اور وہ میلہ مین بھی تشریف لیگئے تھے انکو یا انکے بعض آشناؤنکو میلہ کی برخاستگی
ے اگلے روز آنیکا اتفاق ہوا راہ مین ہندو گنوار جو ملے انکو یہ کہتے ہوے سنا کہ پٹھان جیتے چونکہ شاہجہانپور مین اہل اسلام
تر پٹھان ہی ہین چنانچہ اسی وجہ سے وہ شہر پٹھانون کا مشہور ہے تو ہندو گنوار سب ہی اہل اسلام کو جو میلہ مین آئے
پٹھان سمجھتے تھے فقط اب التماس راقم حروف یہ ہے کہ کمترین نے تا مقدور اصل حال مین کمی بیشی نہین کی ہان بعض جوابات
ایسی تھی کہ کسی تقریر سے مستنبط ہوتی تھی یا اوسکے مناسب تھی پر اسکے ذکر کی نوبت نہ آئی تھی اسکو حاشیہ پر لکھدیا ہے البتہ
اوس وقت کے الفاظ یاد نہین رہے اور نہ بہت سے مضامین کی ترتیب پر اطمینان ہوسکتا ہے عجب نہین کہ تقدیم تاخیر
ہوگئی ہو اطلاعاً عرض کردیا تاکہ کسی صاحب کو اور کچھ احتمال نہو مگر ہان یہ جو کچھ عرض کیا ہے اسمین عمداً کوئی بات زیادہ
نہین کی و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ و اہل بیتہ و ازواجہ اجمعین